لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

(یعنی)

ریویو آف ریلیجنز اردو رسالہ

ایڈیٹر۔ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

نمبر ۴ | اپریل ۱۹۲۴ء مطابق شعبان المعظم ۱۳۴۲ھ | جلد ۲۳

فہرست مضامین

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں باہتمام شیخ عبد الرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر چھپکر شائع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — وما نرسل المرسلین الا مبشرین ومنذرین — اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

ویجادل الذین کفروا بالباطل لیدحضوا بہ الحق واتخذوا اٰیاتی وما انذروا ھزوا ۔ ومن اظلم ممن ذکر باٰیات ربہ فاعرض عنھا ونسی ما قدمت یداہ ۔ انا جعلنا علیٰ قلوبھم اکنۃ ان یفقھوہ وفی اٰذانھم وقرا ۔ وان تدعھم الی الھدیٰ فلن یھتدوا اذا ابدا ۔ وربک الغفور ذو الرحمۃ لو یؤاخذھم بما کسبوا لعجل لھم العذاب ۔ بل لھم موعد لن یجدوا من دونہ موئلا

عرض حال

برادر عزیز القدر خواجہ شمس فاضل سیکھوانی انسداد ارتداد ملکانہ میں حسب الارشاد حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہٖ مصروف ہیں۔ وہاں سے آپ دو چار روز کے لئے دارالامان تشریف لائے تو مجھ سے ذکر کیا۔ مولوی ثناء اللہ کے رسالہ شہادات مرزا کا ایک دوست نے ریل میں ذکر کیا تھا اگر آپ کے پاس ہو تو مجھے دیدیں میں اس کا جواب لکھونگا۔ میں نے کہا یہاں قادیان میں کسی کے پاس نہیں نہ مؤلف نے بھیجا ہے۔ خواجہ شمس نے کہا۔ اچھا اگر مجھے مل گیا اور ذرا بھی فرصت پائی تو آپ کو جواب لکھ کر بھیجدوں گا۔ چنانچہ برادر موصوف نے ۳۱ رجنوری ۱۹۲۴ء مجھے مسودہ جواب پہنچا دیا۔ جن لوگوں کو ذاتی طور پر خواجہ شمس کی مصروفیت کا علم ہے کہ دن رات وہ سفر اور بے اطمینانی بے سروسامانی کی حالت میں رہتے ہیں۔ وہ خوب سمجھ سکتے ہیں کہ کس قدر تائید ربانی میرے فاضل دوست کے شامل حال تھی۔ نہ اپنے وقت پر اختیار رکھتے ہیں کیونکہ جس وقت حکم ہو۔ اور جہاں بھی حکم ہو۔ فوراً ان کو اکثر پیادہ چل کر پہنچنا پڑتا ہے پھر پاس کتاب کوئی نہیں نہ رکھ سکتے ہیں ایسی حالت میں سلسلہ احمدیہ کے پرانے دشمن کے ۱ یہ ناز سرمایۂ عمر گذشتہ اعتراضات کا اس خوبی سے قلع قمع کرنا۔ خراج تحسین لئے بغیر نہیں چھوڑتا جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ میرا ارادہ تھا۔ کہ ماہ مارچ کے رسالہ میں یہ جواب نکال دوں۔ مگر مذہبی کانفرنس لاہور کا مضمون مقصد مذہب مل گیا اس کی اشاعت کو میں نے مقدم کیا۔ اور اب اس رسالے میں یہ جواب شائع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو ایک جہان کے لئے ہدایت کا موجب بنائے۔ اللّٰھم اٰمین ؀

اکمل قادیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

کمالاتِ مرزا

بجواب

شہادات مرزا

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری حمامۃ البشریٰ سے حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ نقل کر کے ایک نوٹ لکھتے ہیں:۔

قولہ:۔ "سوامت محمدیہ (مرزائیہ) مرزا صاحب کے دعوئے مسیحیت موعودہ کے اثبات سے عاجز ہو کر کبھی وفات عیسیٰ پر بحث کرنے لگ جاتے ہیں ..... اس لئے فریقین (محمدی اور احمدی) با انصاف سے امید ہے۔ کہ مرزا صاحب کے اس بیان کو غور سے پڑھکر بس اسی (دعویٰ مسیحیت موعودہ) پر مدار بحث رکھا کرینگے"۔ (شہادات مرزا صـ۳)

اقول:۔ مذکورہ بالا نوٹ لکھنے سے مولوی صاحب کی غرض یہ ہے۔ کہ حیات و وفات مسیح ناصری پر مباحثات کو بالکل بند کیا جائے۔ اور اس کی اصل وجہ یہ ہے۔ کہ حیات مسیح پر قرآن مجید و احادیث میں کوئی دلیل نہیں پائی جاتی۔ اسی لئے مولوی صاحب ہمیشہ حیات مسیح پر مباحثہ کرنے سے جی چرایا کرتے ہیں

مولویصاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جس عبارت سے یہ استدلال کیا ہے۔ اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ وفات وحیات مسیح پر بحث نہ کیجائے۔ بلکہ اس عبارت کا صرف اتنا مطلب ہے کہ باوجودیکہ مجھے عیسیٰ وغیرہ کہکے پکارا گیا تھا۔ مگر میں نے یہ خیال نہ کیا کہ مَیں ہی مسیح موعودؑ ہوں۔ بلکہ یہی خیال کرتا رہا کہ مسیح تو آئیگا۔ اس عقیدہ کی وجہ کیا تھی۔ وہ یہی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ اور وہی مسیح موعود ہو کر آئینگے پس آپکے مسیح موعودؑ ہونیکے دعویٰ کی بنیاد مسئلہ حیات و وفات مسیح ہے۔ براہین احمدیہ میں آپ کو عیسیٰ وغیرہ ناموں سے یاد کیا گیا تھا۔ مگر پھر بھی آپ اپنے آپکو مسیح موعود نہیں خیال کرتے تھے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ کو زندہ سمجھتے تھے۔ جیسا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے لدھیانہ کے مولویوں محمد احمد عبدالعزیز اور عبداللہ کے اعتراض پر دکہ یہ شخص اپنا نام عیسیٰ رکھتا ہے اور عیسیٰ کی نسبت جس قدر پیشگوئیاں ہیں۔ وہ سب اپنی طرف منسوب کرتا ہے) براہین احمدیہ پر ریویو کرتے ہوئے یہی جواب دیا تھا کہ یہ اعتراض فضول ہے کیونکہ اسی براہین میں حضرت عیسیٰؑ کی آمد ثانی کا اقرار بھی تو موجود ہے پس قوم نے اسی وقت جھگڑا کیا جب آپنے حضرت عیسیٰؑ کی وفات کا اعلان اور اپنا مسیح موعودؑ ہونا ظاہر کیا۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

"اے نادانو! اپنی عاقبت کیوں خراب کرتے ہو۔ اس اقرار میں کہاں لکھا ہے۔ کہ یہ خدا کی وحی سے بیان کرتا ہوں۔ اور مجھے

کب اس کا دعویٰ ہے۔ کہ میں عالم الغیب ہوں۔ جب تک مجھے خدا نے اس طرف توجہ نہ دی اور بار بار نہ سمجھایا۔ کہ تو مسیح موعود ہے، اور عیسیٰ فوت ہو گیا ہے۔ تب تک میں اسی عقیدہ پر قائم تھا۔ جو تم لوگوں کا عقیدہ ہے۔" (اعجاز احمدی صفحہ ۶)

پھر مولوی صاحب نے جس عبارت کو نقل کیا ہے۔ اس سے تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود کے دعویٰ کی وجہ سے میری قوم مجھ سے مجادلہ کرتی ہے مگر حضرت مسیح موعودؑ مناظرہ کا طریق کیا پیش کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں :۔

"واضح ہو کہ اختلافی مسئلہ جس پر میں بحث کرنا چاہتا ہوں صرف یہی ہے۔ کہ یہ دعویٰ جو حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ میرے نزدیک ثابت نہیں ہے ..... اور میں اس وقت اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ اگر حضرت مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب حیات مسیح علیہ السلام کی آیات صریحۃ الدلالت اور احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ سے ثابت کر دیں۔ تو میں دوسرے دعویٰ مسیح موعود ہونے سے خود دست بردار ہو جاؤنگا۔ اور مولوی صاحب کے سامنے توبہ کرونگا۔ بلکہ اس مضمون کی تمام کتابیں جلا دونگا۔" (تبلیغ رسالت جلد دوم صـــ ۴۳-۴۴)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوئے مسیحیت پر بحث کرنے سے پہلے حیات وفات مسیح ناصری پر بحث کرنا اس لئے بھی ضروری ہے، کہ اس سے بحث کا جلد خاتمہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اگر حضرت مسیح ناصری کی حیات ثابت ہو جائے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ پر بحث کرنیکی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ جیسا کہ حضورؑ فرماتے ہیں :۔

"یاد رہے کہ ہمارے اور ہمارے مخالفین کے صدق و کذب آزمانیکے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات حیات ہے اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت زندہ ہیں۔ تو ہمارے سب دعویٰ جھوٹے اور سب دلائل ہیچ ہیں۔ اور اگر وہ درحقیقت قرآن کی رو سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالف باطل پر ہیں۔ اب قرآن درمیان میں ہے اس کو سوچو۔" (تحفہ گولڑویہ ایڈیشن دوم صـــ ۱۶۶ حاشیہ)

پس مدعی نے جس طریق پر اپنے دعویٰ کا ثبوت پیش کیا ہے۔ اور جس طریق سے ماننے والوں نے اسکے دعویٰ کو قبول کیا ہے۔ وہ اسی طریق سے مخالف کے سامنے مدعی کے دعویٰ کو پیش کرینگے اور وہی طریق فریق مخالف کو اختیار کرنا پڑیگا۔

باب اوّل متعلق احادیث

پہلی شہادت قولہ :۔ یہ حدیث اپنا مطلب بتانے میں کسی شرح کی محتاج نہیں۔ صاف لفظوں میں حضرت عیسیٰ موعود کو منصف حاکم یعنی بادشاہ قرار دیا ہے۔ اور مرزا صاحب کو یہ وصف حاصل نہ تھا۔

اقول :۔ حکم کے لفظ سے دنیاوی حاکم یعنی بادشاہ مراد لینا کئی وجوہ سے غلط ہے۔

پہلی وجہ۔ صحیح بخاری کی حدیث **یضع الحرب** کے خلاف ہے کیونکہ حاکم اور بادشاہ ہونا لڑائیوں اور جنگوں کو چاہتا ہے۔ اور حدیث یضع الحرب اسکے خلاف ہے۔ پس حکم سے مراد دنیاوی بادشاہ نہیں ہے۔

دوسری وجہ :۔ مسیح موعودؑ کی بعثت کی غرض جو قرآن مجید و احادیث میں بتائی گئی ہے۔ وہ دین اسلام کو دوسرے ادیان پر غالب کر کے دکھانا ہے۔ اگر یہ غلبہ تلوار کے ذریعہ سے مراد لیا جائے۔ تو درست نہیں۔ کیونکہ یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ بالمقابل قومیں تلوار کے ذریعہ سے

اسلام کو نابود کرنا چاہیں۔ ورنہ ابتداءً دین کے لئے قتال کرنا جائز نہیں ہے۔ دوسرے مسیح اپنی قلیل عمر میں جو بعض احادیث کی رو سے صرف سات سال ثابت ہوتی ہے (دیکھو صحیح مسلم) کسی طرح بھی تمام عالم کو فتح نہیں کر سکتے۔ پس تلوار کی رو سے عالمگیر غلبہ نہیں ہو سکتا۔

تیسری وجہ۔ اگر تمام امور کو جو احادیث میں بیان کئے گئے ہیں۔ ظاہر پر محمول کریں۔ تو مسیح اپنی تمام زندگی میں یقتل الخنزیر کے مطابق خنزیروں کو بھی قتل نہیں کر سکتا چہ جائیکہ وہ دوسری اقوام سے مقابلہ کرے ظاہری حکومت خنزیروں پر مانی جائے تو البتہ ہو سکتی ہے۔

چوتھی وجہ۔ حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ کہ مسیح کا نزول ایسے وقت میں ہوگا جبکہ اُمّت محمدیہ کی حالت بالکل بگڑ چکی ہوگی اور حدیث لتتبعن سنن من قبلکم (الحدیث) کے مطابق یہود و نصاریٰ کی طرح بن گئے ہونگے۔ اور پھر حدیث کا آخری فقرہ حتیٰ تکون السجدۃ الواحدۃ خیر من الدنیا وما فیھا بتا رہا ہے۔ کہ مسلمان بھی دنیاوی دھندوں میں پھنسے ہونگے۔ اور دین سے بکلی غافل ولاپرواہ ہونگے۔ اور حدیث ستفترق امتی (الحدیث) کے مطابق اُمّت محمدیہ بہتر فرقوں میں تقسیم ہو چکی ہوگی۔ تو ایسے وقت میں مسیح موعودؑ حکم و عدل ہو کر آئینگے۔ تو اگر حکم و عدل سے مراد یہ ہے کہ وہ دنیاوی بادشاہ ہونگے۔ اور تمام دنیا کے ساتھ لڑائیاں کرینگے اور ملکوں کو فتح کرنے میں اپنی زندگی گزار دینگے۔ اور جنگلات میں شکار خنزیروں کا کیا کرینگے۔ تو بتاؤ انکے ذریعہ سے روحانی ترقی کیا ہوگی۔ پس ایسے لوگوں کو جو دین سے پہلے ہی متنفر اور دنیا کے دلدادہ اور شیدا ہونگے ان کو لڑائیوں اور غنائم کے حاصل کرنے میں لگا دینا ان کو دین اور روحانیت سے اور بھی دور لیجانا ہے۔ اور اصل مسیح موعودؑ کی بعثت کی غرض لوگوں کے دلوں میں روحانیت پیدا کرنا اور دین کی طرف توجہ دلانا ہے۔ جس کے لئے تلوار یا ظاہری بادشاہت کی ضرورت نہیں

پانچویں وجہ۔ پہلی غرض نزول مسیح کی اصلاح اُمّت محمدیہ ہے۔ جیسا کہ کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم سے ظاہر ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کی حالت بوقت نزول بہت گر چکی ہوگی۔ اور مطابق حدیث ستفترق امتی (الحدیث) مختلف فرقوں میں تقسیم ہو چکی ہوگی۔ تو ان میں مسیح موعودؑ حکم عدل ہو کر آئیگا۔ جو ان کے درمیان فیصلہ کریگا۔ حکم کے معنی عربی زبان میں منفذ الحکم حکم کو نافذ کرنیوالا اور الفاصل کے ہیں یعنی فیصلہ کرنیوالا پس ہم دیکھتے ہیں کہ اُمّت محمدیہ کے فرقوں کا بادشاہت میں جھگڑا ہے۔ یا مذہبی مسائل پر۔ صاف ظاہر ہے۔ کہ مسائل پر جھگڑا ہے۔ چونکہ حکم عدل کا لفظ اُمّت محمدیہ کے متعلق ہے۔ اس لئے ثابت ہوا۔ کہ ابن مریم اگر انکے مذہبی جھگڑوں کا فیصلہ کرنیوالا ہوگا۔ دنیاوی بادشاہ ہونا یہاں سے ثابت نہیں ہوتا۔

چھٹی وجہ۔ اگر حکم عدل سے مراد دنیاوی حاکم بادشاہ مانا جائے۔ تو سوال یہ ہے۔ کہ وہ کسی ایک فرقہ کے ساتھ شامل ہوگا یا نہیں۔ اگر وہ کسی ایک فرقہ کے ساتھ شامل ہوا۔ تو دوسرے فرقے اس کے مخالف ہو جائینگے۔ اور اگر ان سے وہ لڑائی شروع کریگا۔ تو وہ اس کا مقابلہ کرینگے۔ اگر آپس کی جنگ طول پکڑ گئی۔ تو پھر کسر صلیب اور قتل خنزیر اور قتل دجّال وغیرہ کا سب کام رہ جائیگا۔ اگر بالفرض وہ کسی فرقہ کے ساتھ شامل نہ ہوا۔ اور پھر سب مسلمان فرقے والوں نے دنیاوی حاکم قرار دے بھی لیا۔ مگر مشکل ہی معلوم ہوتا ہے۔ جبکہ ہر ایک ان میں سے دنیاوی ریاست اور وجاہت کو چاہتا ہے۔ پھر مذہبی تفرقہ اسی طرح قائم رہیگا۔ کیونکہ اگر وہ کسی ایک فرقہ کے مطابق فتویٰ دیگا۔ تو دوسرے فرقہ والے جنہوں نے اسی بنا پر دوسرے فرقہ پر کفر کا فتویٰ لگایا ہوگا۔ وہ اس کی حکومت کا انکار کر دینگے۔

پھر آپسمیں لڑائی شروع ہو جائیگی۔ کیونکہ وہ تمام فرقوں کو خوش نہیں رکھ سکتا۔ کیونکہ ہر ایک فرقہ کی جُدا جُدا روایتیں ہیں۔ پس یہ کیونکر ممکن ہے۔ کہ سب کے خیالات کی وہ تصدیق کرے۔ اگر اہلحدیث کی تصدیق کرے۔ تو حنفی ناراض ہونگے۔ اگر حنفیوں کی تصدیق کرے۔ تو شافعی بگڑ جائینگے۔ اور شیعہ جُدا یا اصول ٹھیرائینگے۔ کہ ان کے عقیدہ کے موافق وہ ظاہر ہو پس اس صورت میں وہ کیونکر سب کو خوش کر سکتا ہے۔ بہر حال اُمّت محمدیہ کے لئے مسیح موعودؑ کا دنیاوی بادشاہ ہو کر آنا مفید نہیں ہو سکتا۔

ساتویں وجہ۔ مسیح موعودؑ کے زمانہ کی ایک علامت یہ بھی ہے۔ کہ اس وقت بچے سانپوں سے کھیلینگے۔ اور بکریاں بھیڑیوں کے ساتھ چرینگی۔ اور شیر اونٹوں کے ساتھ۔ یہ سب باتیں اس طرف اشارہ کرتی ہیں۔ کہ مسیح موعودؑ شہزادہ امن ہوگا۔ اور وہ دنیا میں امن قائم رکھنے کے لئے تعلیم دیگا۔ اور اس کے وقت میں ایک ایسی سلطنت ہوگی۔ جو بہمہ وجوہ رعایا کو امن میں رکھیگی۔ ورنہ مسیح موعودؑ کا حیوانوں سے کیا تعلق وہ آپسمیں اتفاق کریں یا نہ کریں۔ مسیحؑ کی بعثت تو انسانوں کے لئے ہے نہ حیوانوں کیلئے۔ اس سے مراد امن کا زمانہ ہے نہ کچھ اور۔ اور یہ بات اشارہ کرتی ہے۔ کہ مسیح موعودؑ جنگ نہیں کریگا۔ جیسا کہ بخاری کی حدیث یضع الحرب سے ظاہر ہے۔ پس مسیح موعودؑ ظاہری طور پر بادشاہ نہیں ہو سکتا۔

آٹھویں وجہ۔ ایسے طور پر مسیح موعودؑ کا آنا جیسا کہ مسلمان خیال کر رہے ہیں۔ قرآن مجید کے بھی خلاف ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید و احادیث کے رو سے مسیحؑ کا آنا اسوقت ہے۔ جبکہ مسلمان یہودی بنجائینگے۔ اور یہود کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔ افکلما جاء کم رسول بما لا تھوی انفسکم استکبرتم الآیۃ (البقرۃ) کہ جب کبھی یہود کے پاس رسول انکی نفسانی خواہشات کے خلاف آیا۔ تو انہوں نے تکبر کیا۔ اور ایک فریق کو تو انہوں نے جھٹلایا اور ایک فریق کے قتل کے درپے رہے۔ پھر فرمایا ولما جاءھم رسول من عند اللّٰہ مصدق لما معھم وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہٖ فلعنۃ اللّٰہ علی الکافرین۔ (پ ع) کہ جب ان کے پاس خدا تعالیٰ کا رسول ان پیشگوئیوں کے مطابق جو انکی کتابوں میں درج تھیں آیا اور وہ اس سے پہلے اسکے ذریعہ سے دوسروں پر فتح پانیکے لئے کہا کرتے تھے۔ مگر جب وہ ان علامات کے مطابق برخلاف انکے زعم کے آیا۔ تو انہوں نے انکار کر دیا۔ سو اس آیت میں پیشگوئی ہے۔ کہ جب مسیح موعودؑ آئینگے جن کا آنا دوسرے لفظوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا ہوگا۔ اسوقت کے مسلمان جو مثیل یہود ہونگے۔ اس کو اپنی نفسانی خواہشات کے خلاف پاکر اس کا انکار کر دینگے پس ضروری تھا کہ وہ مسلمانوں کی خواہشات کے خلاف آتا۔

نویں وجہ۔ اگر وہ ظاہری حکومت رکھتے۔ اور انہوں نے بادشاہ ہونا ہوتا تو مولویوں اور علماء کی کیا طاقت تھی۔ کہ وہ اُسکے کافر قرار دیتے اور اسکی باتوں کا انکار کرتے۔ اور مخالف کتاب و سُنّت کہتے۔ دیکھو نواب صدیق حسن خاں صاحب نے اپنی کتاب حجج الکرامہ صفحہ ۳۶۳ میں لکھا ہے۔ کہ جب مہدی علیہ السلام سُنّت کو زندہ کرنیکے لئے جدوجہد کرینگے۔ اور بدعات کو دور فرمائینگے۔ تو علماء وقت جو تقلید کے عادی ہونگے۔ گویند این مرد خانہ برانداز دین وملّت ماست و بمخالفت برخیزند و بحسب عادت خود حکم بتکفیر و تضلیل وے کنند" یعنی مولوی کہینگے۔ یہ تو ہماری دین کو خراب کر رہا ہے۔ اور مخالفت پر کمربستہ اُٹھ کھڑے ہونگے۔ اور اپنی عادت کے مطابق کافر و ضال

کہینگے۔ دیکھو اگر مہدی ان کی خواہشات کے مطابق آتا ہوتا۔ تو وہ ایسا کیوں کہتے۔ اسی طرح امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:۔ "نزدیک است کہ علماء ظواہر مجتہدات اورا علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام از کمال دقت وغموضِ ماخذ انکار نمائند و مخالف کتاب و سنّت دانند۔" نزدیک ہے کہ علماء ظواہر حضرت عیسیٰؑ کے اجتہادی مسائل کا بوجہ باریک دقیق ماخذ ہونیکے انکار کرینگے۔ اور مخالف کتاب و سنّت کہینگے۔ پس آثار سے ظاہر ہے کہ آپ تمام دنیا کو ظاہری طور پر بادشاہ نہیں ہونگے۔

حَکَم سے کیا مراد ہے لُغت میں حَکَم کے معنی الفاصل کے بھی لکھے ہیں۔ یعنی فیصلہ کرنیوالا۔ آگے مذہبی جھگڑوں کا فیصلہ کرنیوالا ہو۔ یا دنیاوی امور کا فیصلہ کرنیوالا۔ اسی طرح مفردات راغب برحاشیہ نہایہ لابن اثیر صفحہ ۳۷۵ جلد اوّل میں لکھا ہے:۔ "فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا وانما قال حکما ولم یقل حاکما تنبیھا ان من شرط الحکمین ان یتولیا الحکم علیھم ولھم حسبما یستصوبانہ من غیر مراجعۃ الیھم فی تفصیل ذٰلک۔" آیت فابعثوا حکما من اھلہ میں حکم کا لفظ اختیار کیا حاکم نہیں کہا۔ یہ بتانے کے لئے کہ حکموں کی شرط ہے کہ وہ زوجین پر فیصلہ یا حکم کرنیکا اختیار رکھتے ہوں۔ اور جو وہ درست سمجھیں فیصلہ کر سکیں وہ فیصلہ ان کے خلاف ہو یا موافق۔

پس حدیث میں مسیح موعودؑ کے حَکَم و عدل ہونے سے مراد یہی ہے۔ کہ وہ دینی امور میں حَکَم یعنی فیصلہ کرنیوالا ہوگا اور جو جو بدعات دین میں پھیلی ہوئی ہونگی ان کو دور کریگا۔ اور باقی مذاہب میں بھی بلحاظ دلائل کے فیصلہ کریگا۔ اور دلائل بینہ سے وہ ثابت کردیگا۔ کہ اسلام کے سوا باقی سب مذاہب جھوٹے ہیں۔ چنانچہ مسیح موعودؑ نے آکر اسلام سے بدعات کو نکالا جیسا کہ فرماتے ہیں:۔ "سو یہ عاجز حکم ہوکر آیا۔ اور تمام غلط اوہام کا غلط ہونا ظاہر کردیا۔ چنانچہ اوّل لوگ یہ سمجھے ہوئے تھے۔ کہ وہی مسیح ابن مریم ناصری جو فوت ہو چکا ہے۔ پھر دوبارہ دنیا میں آئیگا۔ سو پہلے یہی غلطی ان کی دور کردیگئی۔ اور ان لوگوں کو سچا ٹھہرایا گیا۔ جو مسلمانوں میں سے مسیح کی موت کے قائل تھے۔" اسی طرح آپ نے تمام مذاہب کو از روئے دلائل باطل ثابت کیا۔ اور ان کے تمام اعتراضوں کو دندان شکن جواب دیکر مسکت و مبکت کردیا۔ اور جو شخص حَکَم ہو۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ اسکو خدا تعالیٰ حَکَم قرار دے۔ ہر مذہب کی الہامی کتاب میں آخری زمانے میں ایک مصلح کے آنیکی خبر دیگئی تھی۔ جس کے مطابق آپ تشریف لائے۔ اور اپنا فیصلہ دیا۔ مگر اس فیصلہ کا لوگوں نے انکار کردیا۔ اور ضرور تھا کہ جسطرح خدا تعالیٰ کے فیصلہ کا انکار کیا گیا۔ اسی طرح آپ کے فیصلہ کا بھی انکار کیا جاتا کیونکہ خدا تعالیٰ اپنے فیصلہ کو جبراً کسی سے نہیں منواتا۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔ "وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر۔" مگر یاد رکھو کہ وہ وقت آرہا ہے۔ کہ جب لوگوں کو ماننا پڑیگا۔ کہ واقعی صحیح فیصلہ وہی ہے جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بحکم خدا کیا۔

دوسری شہادت

قولہٗ:۔ حضرت عیسیٰ حج کرینگے۔ انکے احرام کی جگہ کا نام فج الروحاء ہے۔

اقول:۔ مولوی صاحب بربناء حدیث مسلم یہ اعتراض کرکے کہ مرزا صاحب نے کیوں حج نہ کیا لکھتے ہیں:۔

"حیرت ہی کہ مرزا غلام احمد صاحب اور ان کی احمدی اُمت نے اور حدیثوں کے جوابات دینے پر تو توجہ کی چاہے کسی قسم کی ہو۔ مگر اس حدیث کا نام بھی ان کی تحریرات میں ہم نے نہیں دیکھا"

بھلا ان سے کوئی پوچھے۔ کہ اگر انہوں نے نہیں دیکھا۔ تو کیا ان کی عدم رویت سے یہ ثابت ہوگیا۔ کہ کبھی اس حدیث پر لکھا ہی نہیں گیا۔ بیشک مولوی صاحب تو یہی کہینگے۔ کہ نہیں لکھا گیا۔ کیونکہ مولوی صاحب انا خیر منہ کے قائل کی طرح کہا کرتے کہ میں احمدیوں کے لٹریچر سے بہت زیادہ واقف ہوں۔ مگر جب کبھی انہوں نے ایسا دعویٰ کیا ذلیل ہوئے۔ دیکھو اسی طرح اب کہتے ہیں۔ کہ اس حدیث پر احمدیوں نے کچھ نہیں لکھا۔ حالانکہ رسالہ اردو ریویو آف ریلیجنز ماہ فروری سنہ ۱۹۲۳ء میں حضرت مسیح موعودؑ کے حج پر مفصل بحث کرتے ہوئے۔ اس حدیث پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اب ہم اس اعتراض کا جواب لکھتے ہیں۔

جواب اوّل۔ قرآن مجید و احادیث صحیحہ سے حضرت مرزا صاحبؑ کا مسیح موعودؑ اور ابن مریم ہونا اظہر من الشمس ہے۔ اور دوسری طرف اس حدیث سے اگر یہ استدلال ہو۔ کہ آپ مسیح موعودؑ نہیں ہیں۔ کیونکہ آپ نے حج نہیں کیا۔ تو یہ حدیث بوجہ معارض ہونے قرآن مجید و احادیث صحیحہ کے ساقط عن الاعتبار ہے۔ اس لئے قابل قبول نہیں۔ کیونکہ جو حدیث قرآن مجید کے مخالف و معارض ہو۔ اسکی متعلق آنحضرت کا فیصلہ ہی کہ اس کو رد کرو۔ جیسے کہ آپ فرماتے ہیں:۔ "فاذا روی لکم عنی حدیث فاعرضوہ علی کتاب اللہ فما وافق فاقبلوہ وما لا فردوہ" کہ جبکہ تمہارے پاس میری طرف سے کوئی روایت کیجائے۔ تو اسکو کتاب اللہ پر عرض کرو۔ اگر اسکے موافق ہو تو قبول کرلو۔ ورنہ چھوڑ دو۔

دوسرا جواب۔ ضروری ہوا۔ کہ جب اس حدیث کا ظاہری مطلب قرآن مجید اور دوسری احادیث کے خلاف ہو تو اسکی تاویل کیجائے۔ اور قرآن مجید کے مطابق ہو سکے۔ تو مطابقت دیجائے۔ سو حضرت خلیفۃ المسیح اوّل اس کی تطبیق یوں فرماتے تھے۔ کہ اس حدیث میں مضارع بمعنی ماضی استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ عربی زبان میں استعمال ہوتا ہے۔ اور اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ کشف ہے۔ جس میں آپ نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت یونسؑ کو حج کرتے ہوئے دیکھا۔ ویسے ہی ان میں حضرت عیسیٰؑ کو بھی آپ نے احرام باندھے ہوئے دیکھا ہے اور فتح الباری شرح بخاری سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ استادی حافظ روشن علی صاحب کی اسکے متعلق تحقیق یہ ہے۔ کہ اس حدیث کے ظاہری معنی تو محال ہیں۔ کیونکہ اگر ظاہری معنی لیں تو ماننا پڑتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیلئے اسلامی شریعت کے علاوہ کوئی اور شریعت بھی ہے۔ اس لئے کہ فج الروحاء مواقیت احرام سے نہیں ہے۔ اور یہ مکہ کی طرف اقرب ہے۔ جب ظاہری معنی صحیح نہ ہوئے۔ تو مجازی لینے پڑینگے۔ اور وہ یہ ہیں۔ فج کے معنی راستہ اور روحاء سے مراد راحت والا ہے یعنی مسیح موعودؑ اسلام کے راستہ میں کمر باندھیگا۔ عمرہ اور حج میں آپ نے تردد ظاہر کیا ہے۔ یعنی آیا مسیحؑ کے ذریعہ جلالی تکمیل ہوگی۔ یا جمالی۔ یا دونو جمع کریگا۔ (جمالی اور جلالی دونو رنگ میں آئیگا) میرے نزدیک اسکی دو توجیہیں اور بھی ہو سکتی ہیں۔

اوّل۔ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کشف ہے۔ جو تعبیر طلب ہے۔ کیونکہ مسیح اور دجال وغیرہ کے متعلق جو احادیث میں مذکور ہے۔ درحقیقت وہ آپکے کشوف ہیں۔ اس کشف کی تعبیر معبرین نے یہ لکھی ہے۔ "ومن رای انہ حج او اعتمر فانہ یعیش عیشا طویلا و تقبل اموره" (تعطیر الانام جلد ۲ صفحہ ۱۶) جو شخص دیکھے کہ اس نے حج یا عمرہ کیا۔ تو وہ لمبی

۵ اس سے پہلے تشحیذ الاذہان میں اس پر ایک مضمون نکل چکا ہے۔

عمر پائیگا۔ اور اس کی باتیں قبول کی جائینگی۔" اسی طرح لکھا ہے:۔ "وان رائی فعل شیئًا من المناسك فھو خیر علیٰ کل حال وقیل ان الاحرام تجرد فی العبادة او خروج من ذنوب فانه یدل علیٰ حصول رحمة" (کتاب الاشارات فی علم العبادات برحاشیہ تعطیر الانام جلد ۲ صفحہ ۲۴۵) اگر کوئی شخص دیکھے کہ اس نے افعال حج سے کوئی کام کیا ہے۔ تو وہ ہر حال میں بہتر ہے۔ اور احرام سے مراد عابد بننا اور گناہوں سے نکلنا ہے۔ کیونکہ یہ حصول رحمت پر دلالت کرتا ہے۔" اسی طرح لکھا ہے:۔ "ومن رائی کانه خارج الی الحج فی وقته فان کان خائفًا امن وان کان ضالا اھدیٰ وان کان مغموما عنه فرج ومن رائی کانه یلبی فی الحرم فانه یظفر ویأمن من خوف الغالب" (منتخب الکلام برحاشیہ تعطیر الانام جلد ۱ صفحہ ۲۴۲) جو شخص دیکھے۔ کہ حج کے وقت میں حج کیلئے نکلا ہے تو وہ اگر خائف ہے۔ تو اس کا خوف جاتا رہیگا۔ اگر گمراہ ہوگا تو راہ پالیگا۔ اگر مغموم ہوگا تو اس کا غم جاتا رہیگا۔ اور جو شخص احرام کی حالت میں لبیک کہتا ہے۔ تو اس سے مراد یہ ہے۔ کہ وہ اپنے دشمن پر کامیابی پائیگا۔ اور اس پر کوئی غالب نہیں آسکیگا۔ اسی طرح جو کام حج یا عمرہ میں کیئے جاتے ہیں۔ ان کی تعبیر معبرین نے کی ہے مثلاً لکھا ہے۔ کہ خواب میں حجر اسود کو بوسہ دینے سے مراد یہ ہے۔ کہ بوسہ دینے والے پر خدا تعالیٰ کے فیوض و انوار نازل ہونگے۔ اور اس پر اسرار شریعت کھلیں گے۔ اسی طرح خانہ کعبہ کے طواف کرنے سے مراد جو علماء نے لکھی ہے۔ وہ درج ذیل ہے:۔ "اور یہاں ایک اشکال وارد ہوتا ہے۔ کہ دجّال کافر ہے۔ اسکو طواف سے کیا کام۔ جواب اس کا یہ دیا ہے علماء نے کہ ایک روز ہوگا عیسیٰ گرد دین کے پھرینگے۔ واسطے قائم کرنے دین کے۔ اور درستی کرنے خلل و فساد کے۔ اور دجّال بھی پھرے گا۔ گرد دین کے بقصد خلل اور فساد ڈالنے کے دین میں کذا قال الطیبی۔" (مظاہر حق شرح مشکوٰة جلد ۴ صفحہ ۳۷۲ و مرقاة شرح مشکوٰة جلد ۴ صفحہ ۲۱۹ و مجمع البحار جلد ۲ صفحہ ۳۲۱) اسی طرح صفا و مروہ کے طواف سے مراد تکالیف پر صبر کرنا۔ اور قربانی سے مراد نفس کی قربانی ہے۔ جس کے قائم مقام ظاہری قربانی رکھی گئی ہے۔

پس آنحضرت صلعم فرماتے ہیں۔ کہ جب مسیح ابن مریم آئیگا۔ تو اس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے فیوض و انوار نازل ہونگے۔ اور اُسے علم لدنی عطا کیا جائیگا۔ اور اسرار شریعت اس پر کھولے جائینگے۔ جس کی وجہ سے کوئی مخالف آپ پر غالب نہیں آسکیگا اور آپ کے ذریعے سے دین اسلام کا ادیان باطلہ پر غلبہ ظاہر ہوگا۔ اور آپ کو دو بیماریاں ہونگی۔ جیسا کہ حدیث میں ان بیماریوں کو دو زرد چادروں سے تعبیر کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حقیقة الوحی صفحہ ۳۱۷ میں لکھتے ہیں:۔

"مجھے دو مرض دامنگیر لاحق حال ہیں۔ ایک بدن کے اوپر کے حصہ میں دَوَرانِ سر اور نیچے کے حصہ میں کثرت پیشاب۔ اور یہ دونوں مرضیں اُسی زمانہ سے ہیں۔ جس زمانہ میں میں نے اپنا دعویٰ مامور من اللہ ہونیکا شائع کیا ہے۔ میں نے ان کیلئے دعائیں بھی کیں۔ مگر منع میں جواب پایا۔"

پس باوجود ان مرضوں کے آپ اپنی انتہائی عمر کو پائینگے۔ اور آپکی باتیں قبول کیجائینگی۔ اور آپ ایسے عابد اور تائب ہونگے۔ کہ آپ اپنی بار بار کی توبہ اور تضرع سے اپنے اس تعلق کو جو آپ کو خدا کے ساتھ ہے۔ تازہ کرتے رہینگے۔ گویا کہ آپ ہر وقت غسل کرتے ہیں۔ اور اس پاک غسل کے پاک قطرے موتیوں کی طرح سر سے ٹپکتے ہیں۔ اور لوگ آپکی دشمنی کرینگے۔ مگر آپ خائف نہیں ہونگے۔ اور آپ پر

مصائب آئینگی لیکن آپ ان مصائب کو برداشت کرینگے۔ اور صبر و استقامت سے کام لینگے۔ اور یہ آپکو کبھی خیال نہیں ہوگا کہ دشمن آپ پر غالب آجائیگا۔ بلکہ مخالف کے غالب آنے سے بے خوف ہونگے۔ اور آخر کار اپنے مقصد میں کامیاب ہوجائینگے۔ اور دشمن ذلیل ہوگا۔ اور دشمن اسلام ہر قسم قسم کے اعتراضات اور حملے کرینگے۔ جن کا دفیعہ حضرت مسیح موعودؑ فرمائینگے۔ یہ سب باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کشفی رنگ میں حج یا عمرہ کی صورت میں دکھائی گئیں۔ کہ مسیحؑ حج یا عمرہ کا احرام باندھے ہوئے ہیں۔

دوسری توجیہ۔ اگر ظاہری معنوں میں لیں۔ تو اسکی مطابقت یوں ہوسکتی ہے۔ کہ یہ کلام مشروط ہے۔ اور شرط مقدر ہے۔ مطلب یہ کہ اگر مسیح موعودؑ کے لئے تمام وہ امور میسر آگئے۔ کہ جن کے پائے جانے سے حج فرض ہوجاتا ہے۔ اور کوئی روک نہ رہی۔ تو اللہ کی قسم ہے۔ کہ وہ ضرور حج اور عمرہ کریگا۔ اور یہ بھی کلام کا طریقہ ہے۔ کہ بات کیجاتی ہے۔ اور اس میں بعض مخفی شرطیں ہوتی ہیں جن کا اظہار نہیں کیا جاتا۔ پھر وہ بات شرط کے پائے جانیکی وجہ سے ظہور میں نہیں آتی جیسے آنحضرت صلعم فرماتے ہیں۔ کہ جابر کے والد عبداللہؓ کو خدا تعالیٰ نے وعدہ دیا تمنّ اعطیك تو سوال کر آرزو کر میں تجھے دونگا۔ اور تیری آرزو پورا کرونگا جب انہوں نے کہا کہ اے خدا تو مجھے زندہ کر تا کہ میں پھر دوبارہ تیرے رستہ میں لڑوں اور قتل کیا جاؤں۔ تو خدا تعالیٰ نے فرمایا قد سبق منی انھم لا یرجعون یہ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ وعدہ پہلے دیا جاچکا ہے۔ کہ دنیا میں دوبارہ کسی کو نہیں لوٹاؤنگا۔ جواب سے معلوم ہوا۔ کہ خدا تعالیٰ نے جو پہلے وعدہ دیا تھا۔ وہ مشروط بشرائط تھا۔ کہ اگر فلاں بات مانگیگا۔ تو نہیں دیجائیگی۔ اس وعدہ کا عدم ایفاء شرائط مقدرہ کے نہ پائے جانیکی وجہ ہوا۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرح مسیح موعودؑ کے حج نہ کرنے پر معترضین کو جواب دیا ہے۔ دیکھو اے اعتراض کرنیوالو تم جان لو۔ کہ اگر مسیح موعودؑ کے لئے تمام وہ باتیں جن کی وجہ سے حج کرنا ضروری اور فرض ہوا کرتا ہے۔ میسر آگئیں۔ تو وہ ضرور ضرور حج کرینگے۔

بہرحال یہ حدیث بھی حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ پر قادح نہیں ہوسکتی۔ اور یہ حدیث اپنے اصل الفاظ میں بھی نہیں بیان کیگئی۔ جیسا کہ دوسری احادیث میں لیھلن کی بجائے لیسلکن اور لیھبطن اور لینزلن کا لفظ دلالت کرتا ہے۔ خلاصہ جواب یہ کہ حدیث اپنے اصلی معنوں پر محمول نہیں۔ بلکہ ایک کشف ہے۔ جو تعبیر طلب ہے۔ اور اصلی معنی لئے جائیں۔ تو کلام مقید ماننا پڑیگا۔ ورنہ یہ حدیث بوجہ معارض ہونے قرآن مجید و احادیث صحیحہ کے ساقط عن الاعتبار ہوگی۔ اور بوجہ احادیث احاد میں سے ہونیکے اس قابل نہیں ہے کہ اس پر اعتقاد رکھا جائے۔ کیونکہ عقیدہ کی بنا سب کے نزدیک متواتر حدیث پر ہوتی ہے۔

تیسری شہادت

قولہ۔ چونکہ مرزا صاحب مدینہ شریف میں فوت ہوکر روضۂ مقدسہ میں دفن نہیں ہوئے۔ اس لئے عیسیٰ موعود نہیں۔

اقول۔ مولوی صاحب اس حدیث کی صحت حضرت مسیح موعودؑ کے اقوال سے پیش کرتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہوگا کہ جن معنوں کی بنا پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ انہی معنوں کو صحیح تسلیم کیا جائے۔ سنئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے کیا معنی کئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"پس جو کامل طور پر مخدوم میں فنا ہو کر نبی کا لقب پاتا ہے۔ وہ ختم نبوت کا خلل انداز نہیں جیسا کہ تم جب آئینہ میں اپنی شکل دیکھو تم دو نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ایک ہی ہو۔ اگرچہ بظاہر دو نظر آتے ہیں۔ صرف ظل اور اصل کا فرق ہے۔ سو ایسا ہی خدا نے مسیح موعود میں چاہا۔ یہی بھید ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ مسیح موعود میری قبر میں دفن ہوگا۔ یعنی وہ میں ہی ہوں۔ اور اس میں دو رنگی نہیں آئی۔" (کشتی نوح صفحہ ۱۵)

اگر اس کے معنی حضرت مسیح موعودؑ کے معنوں کے خلاف لیویں۔ تو یہ حدیث قابل استناد نہیں ہے۔ اس کی کئی وجوہ ہیں:۔ اوّل۔ مصنف مشکوٰۃ نے اس حدیث کو تیسری فصل میں بیان کر کے اسکے ضعف کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ دوم۔ علامہ زرقانی نے اپنی کتاب جلد ۵ صفحہ ۳۴۹ میں اس حدیث کو نقل کر کے واللہ اعلم بصحتہ کہکر اسکے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ سوم۔ علامہ سنجری نے اپنے رسالہ احوال الآخرۃ کے آخری باب میں لکھا ہے:۔ "حضرت عیسیٰ علیہ السلام بمیرد و در بیت المقدس مدفون شود۔" اور اسی طرح عینی جلد ۷ صفحہ ۲۵۳ میں یدفن فی الارض المقدسۃ کہ بیت المقدس میں آپکو دفن کیا جائیگا۔ چہارم۔ فتح الباری شرح بخاری میں حضرت عائشہؓ کے قول کنت اریدہ لنفسی کے ماتحت لکھا ہے:۔ "قول عائشۃ فی قصۃ عمر کنت اریدہ لنفسی ولاوثرنہ الیوم علیٰ نفسی یدل علیٰ انہ لم یبق الا موضع قبر واحد۔" حضرت عائشہؓ کا یہ قول کہ یہ جگہ میں نے اپنے لئے رکھی ہوئی تھی۔ مگر آخر عمرؓ کو اپنی ذات پر مقدم کرتی ہوں۔ اس بات پر دال ہے۔ کہ وہاں ایک قبر کے سوا کوئی جگہ نہیں تھی۔ پنجم۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رؤیا "رأیت ثلثۃ اقمار سقطن فی حجرتی" (الحدیث) (تیسیر الصحاح جلد اوّل صفحہ ۲۸۴ اور مؤطا امام مالک) کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے حجرے میں تین چاند گرے ہیں۔ جب آنحضرتؐ فوت ہوئے اور وہاں دفن کیئے گئے تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ یہ پہلا چاند ہے۔ اور سب سے بہتر ہے۔ پس اگر کوئی چوتھی قبر کی جگہ ہوتی۔ تو چار چاند دکھائے جاتے۔ ششم۔ جب وہاں کسی اور قبر کی جگہ نہیں۔ اور حدیث کے الفاظ فاقوم انا وعیسیٰ ابن مریم من قبر واحد بین ابی بکر و عمر صاف بتا رہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں ہی دفن کیئے جائینگے۔ تو وہ کونسا بے غیرت مسلمان ہوگا جس کی فطرت آپکا روضہ مبارک کھودنے کو گوارا کریگی۔ اور حدیث کا آخری ٹکڑا اس بات کو رد کر رہا ہے۔ جو کہا کرتے ہیں۔ کہ قبر سے مراد مقبرہ ہے۔ اور نیز قبر بمعنی مقبرہ لغت عرب میں استعمال نہیں ہوتا۔ ہفتم۔ ظاہری معنی لینے سے آپکی ایک خصوصیت بھی باطل ہو جائیگی۔ جو ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۹۴ میں بیان ہوئی ہے۔ کہ آپنے فرمایا۔ انا سید ولد آدم واول من تنشق عنہ الارض کہ پہلے زمین میرے اوپر سے پھٹیگی۔ حدیث کے ظاہری معنی لینے سے مسیح بھی اس خصوصیت میں شامل ہو جائینگے۔

پس جب ظاہری معنی محال ہیں۔ اور ظاہری معنی لینے سے حدیث ضعیف کیا بلکہ اضعف ٹھیرتی ہے۔ تو اس کے معنی وہی لئے جائینگے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے (جو حکم و عدل ہیں) کیئے ہیں۔ اور حدیث کے جتنے حصے کو آپنے صحیح قرار دیا ہے۔ اتنے حصہ کو صحیح تسلیم کیا جائیگا۔ اور اسکے معنی وہی کیئے جائینگے جو قرآن مجید کے مطابق ہوں۔ وہ معنی مطابق آیت کریمہ ثم اماتہ فاقبرہ (انسان کو خدا نے موت دی پھر اسکے لئے قبر بنائی) قبر برزخی پر مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

سادخل من عشقی بروضة قبرہ ولا تعلم ھذا السر یا مادرک الهدی

کہ میں اس عشق اور محبت کی وجہ سے جو مجھے آنحضرتؐ کی ذات سے ہے۔ آپ کے روضۂ قبر میں داخل ہو جاؤنگا مگر اے تارکِ ہدایت تُو اس بھید کو نہیں جان سکتا۔ اسی طرح آپؑ فرماتے ہیں:۔ "ایسا ہی لوگ یہ سمجھ رہے تھے۔ کہ مسیح وفات کے بعد آنحضرت صلعم کی قبر میں دفن کیا جائیگا۔ لیکن وہ اس بے ادبی کو نہیں سمجھتے تھے۔ کہ ایسے نالائق اور بے ادب کون ہونگے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو کھودینگے۔ اور یہ کسقدر لغو حرکت ہے۔ کہ رسول مقبولؐ کی قبر کھودی جائے۔ اور پاک نبیؐ کی ہڈیاں لوگوں کو دکھائی جاویں۔ بلکہ یہ معیت روحانی کی طرف اشارہ ہے" (ازالہ اوہام صفحہ ۱۰۷)۔ پس اگر کوئی اس حدیث کو ظاہری معنوں پر محمول کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیئے۔ کہ وہ پہلے اس حدیث کو دوسری احادیث کے مطابق اور صحیح ثابت کرلے۔

قولہ۔ حضرت عیسیٰ موعود علیہ السلام نکاح کرکے پینتالیس سال دنیا میں زندہ رہینگے۔

اقول۔ نکاح کے حصّہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے الہامات اور کشوف کی بنا پر صحیح تسلیم کیا ہے۔ اور وہ حصّہ پورا بھی ہوگیا۔ جیسا کہ آپ اربعین نمبر ۲ صفحہ ۱۳ میں الہام اذکر نعمتی رئیت خدیجتی کے نیچے تحریر فرماتے ہیں:۔

"پس بشارت دی گئی تھی۔ کہ تمہاری شادی خاندان سادات میں ہوگی۔ اور اس میں سے اولاد ہوگی۔ تا حدیث یتزوج ویولد لہ پوری ہو جائے۔"

پس سادات میں آپکی شادی ہوئی۔ اور اولاد بھی ہوئی۔ اور وہ بیٹا بھی آپکو عطا ہوا۔ جو الہام "حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا" اور کان اللہ نزل من السماء کا مصداق ہے اور وہ وہی ہے جس کے عہد مبارک میں ہم یدخلون فی دین اللہ افواجا کا نظارہ اور دشمنوں کو سرنگوں دیکھ رہے ہیں۔ اور یہ بات کہ پینتالیس سال ٹھیرینگے یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ دوسری احادیث اسکے خلاف ہیں۔ جیسا کہ مسلم میں ابن عمر سے سبع سنین (سات سال) اور ابو نعیم میں ابن عباس سے تسع عشرۃ سنۃ (انیس سال)۔ اور ابوداؤد میں ابوہریرۃ سے مرفوعاً اربعین سنۃ (چالیس سال)۔ اور کعب سے اربعۃ و عشرین سنۃ (چوبیس سال) اور منازعہ فیہ حدیث میں خمسا و اربعین سنۃ (پینتالیس سال) (عینی شرح بخاری جلد ۷ صفحہ ۵۴۳) بیان ہوا ہے۔ پس ٹھیرنے کی مدّت کے بارے میں۔ ۷۔ ۱۹۔ ۲۴۔ ۴۰۔ ۴۵۔ سالوں کے درمیان اختلاف کا ہونا ظاہر کرتا ہے۔ کہ راویوں نے اصل الفاظ محفوظ نہیں رکھے۔ اس لئے اصل مدّت لبث وہی صحیح ہے۔ جس کی واقعات اور مشاہدہ گواہی دیں۔

جواب تتمّہ باب اوّل

قولہ علماء۔ بلاغت کا قانون ہے کہ مجاز وہاں لیجاتی ہے جہاں حقیقت محال ہو۔

اقول۔ یہ اصول نہ تو متفق علیہ ہے۔ اور نہ ہی یہ اصول پیشگوئیوں کے متعلق صحیح ہوسکتا ہے۔ کیونکہ پیشگوئیوں میں اگر حقیقۃ اور مجاز دونو ممکن ہوں تو دونو مراد لئے جاسکتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو قسطلانی جلد ۵ صفحہ ۴۹۹)

"یکسر الصلیب ای یبطل دین النصرانیۃ بکسر الصلیب حقیقۃً او یبطل ما تزعمہ النصاریٰ من تعظیمہ" کہ کسر صلیب سے مراد دین نصرانیت کو باطل کرنا ہے۔ یا تو حقیقۃً صلیب کو توڑنے سے یا اسکی تعظیم کا باطل کرنا ہے۔ جو عیسائی خیال کرتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ پیشگوئیوں میں حقیقت اور مجاز دونو مراد ہو سکتے ہیں۔ باوجود حقیقت ممکن ہونے کے مجاز بھی مراد لیا گیا۔

اسی طرح نہایۃ لابن الاثیر جلد ۱ صفحہ ۲۴۸ میں لکھا ہے:۔ "وجعل منھم القردۃ والخنازیر۔ قیل عنی الحیوان المخصوصۃ وقیل عنیٰ من اخلاقہ وافعالہ مشادلۃ لاخلاقھا۔ الخ" آیت جعل منھم القردۃ والخنازیر میں کہا گیا ہے۔ کہ مخصوص حیوان مراد ہیں۔ اور کہا گیا ہے۔ کہ ایسے آدمی مراد ہیں کہ جن کے اخلاق اور افعال انکے مشابہ ہو گئے تھے۔ نہ یہ کہ ان آدمیوں کی خلقت حیوانوں کی سی ہو گئی تھی۔ اور آیت میں دونو مراد ہیں کیونکہ بعض نے روایت کی ہے۔ کہ ایک قوم فی الواقعہ بندر اور سؤر بنائے گئے تھے۔ اور لوگوں میں یہ بھی مسلّم ہے۔ کہ کسی قوم کو جبکہ ان کے اخلاق بندروں اور سؤروں جیسے پائے جائیں۔ تو انکو بندر اور سؤر کہا جاتا ہے۔ گو صورتیں انکی آدمیوں کی ہوں۔ پس اس آیت میں حقیقت کا وقوع مان کر پھر بھی مجاز کا وقوع صحیح تسلیم کیا گیا ہے۔

قولہ۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔ "بالکل ممکن ہے۔ کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں الخ۔" (ازالہ اوہام طبع اوّل صفحہ ۲) اس عبارت میں مرزا صاحب کو تسلیم ہے کہ حقیقت مسیحیت محال نہیں۔ بلکہ ممکن ہے.... تو امکان حقیقت کے وقت مجاز کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

اقول۔ پہلے بتایا جا چکا ہے۔ کہ اگر مجاز اور حقیقت دونو مراد لئے جا سکیں۔ تو دونو لے سکتے ہیں خصوصاً پیشگوئیوں میں تو دونو کا احتمال ہوتا ہے۔ مثلاً آنحضرت صلعم نے اپنی بیویوں کے لئے فرمایا۔ "اسرعکن لحوقا بی اطولکن یدا" حقیقت کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے ازواج النبی نے سودہؓ بنت زمعہ کو مصداق پیشگوئی قرار دیا۔ مگر حضرت زینبؓ کے پہلے وفات پانے سے معلوم ہوا۔ کہ حقیقت مراد نہیں تھی۔ بلکہ مجاز مراد تھی۔ لیکن مولویصاحب کے مسلّمہ قاعدہ کی رو سے تو پیشگوئی کو غلط ماننا چاہیئے۔ کیونکہ امکان حقیقت کے ہوتے ہوئے مجاز کیوں لیا گیا۔ **دوم**۔ حضرت مسیح موعودؑ کی عبارت سے وہ بات قطعاً ثابت نہیں ہوتی۔ جو مولویصاحب ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ مولوی صاحب پہلے مثال کے طور پر لکھتے ہیں:۔ "مثلاً بقول انکے عیسٰی مسیح سے خاص حضرت عیسٰیؑ مراد نہیں۔ بلکہ مثل عیسٰیؑ مراد ہے۔ یا "حَکَمٌ عدل" سے ظاہری حاکم مراد نہیں بلکہ روحانی مراد ہے۔" پھر حضرت مسیح موعودؑ کی عبارت مندرجہ ازالہ اوہام صفحہ ۲۰۰ لکھ کر ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ جب حقیقۃً ممکن ہے۔ تو اس سے مراد یہی ہے۔ کہ خود حضرت عیسٰی علیہ السلام ہی آئینگے۔ اور ظاہری طور پر حاکم یعنی بادشاہ ہونگے۔ حَکَم عدل کے متعلق تو ہم مفصل لکھ چکے ہیں۔ کہ یہاں ظاہری حاکم بادشاہ مراد نہیں۔ بلکہ دینی نزاعوں کا فیصلہ کرنیوالا مراد ہے۔ اور یہاں مجاز اور حقیقت کا کوئی جھگڑا نہیں۔ کیونکہ حَکَم کے معنی الفاصل فیصلہ کرنیوالے کے لغت میں لکھے ہیں آگے وہ فیصلہ دینی امور میں ہو یا دنیاوی امور میں۔ پس معنی ایک ہی رہینگے۔

رہی یہ بات کہ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود تشریف لائینگے۔ یہ بات حضرت مسیح موعودؑ کے مدعا کے صریح خلاف ہے۔ مولوی صاحب نے جہاں نقل عبارت ختم کی ہے وہ فقرہ یہ ہے:۔ "ممکن ہو کہ کسی وقت ان کی مراد بھی پوری ہو جاوے۔"

اب اسکے آگے کی عبارت ملاحظہ ہو:۔ "ممکن ہے کہ کسی وقت انکی مراد بھی پوری ہو جائے۔ ہاں ان کی یہ خاص مراد کشفاً والہاماً وعقلاً وفرقاناً مجھے پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ کہ وہ لوگ سچ مچ کسی دن حضرت مسیح ابن مریم کو آسمان سے اترتے ہوئے دیکھینگے۔ سو اس بات پر ضد کرنا کہ ہم تب ہی ایمان لائینگے۔ کہ جب مسیح کو اپنی آنکھوں سے آسمان سے اترتا ہوا مشاہدہ کرینگے۔ ایک خطرناک ضد ہے۔ اور یہ قول ان لوگوں کے قول سے ملتا جلتا ہے جن کا ذکر خود اللہ جلشانہ قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ کہ وہ حتیٰ نری اللہ جھرۃ کہتے رہے اور ایمان لانے سے بے نصیب رہے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۲۰۰)

کیا یہ عبارت مولوی ثناء اللہ صاحب کے مقصد کے صریح خلاف ہے یا نہیں۔ اور مسیح ناصری کے آنیکی حقیقت کو محال ثابت نہیں کر رہی۔

پھر اسی طرح آپ فرماتے ہیں:۔ "مجھے اس بات کے ماننے اور قبول کرنے سے معذور فرمائیے۔ کہ وہی مسیح ابن مریم جو فوت ہو چکا ہے۔ اپنے خاکی جسم کے ساتھ پھر آسمان سے اتریگا۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۱۲۳)

پس آپ کا یہ قول کہ مثیل مسیح کئی ہو سکتے ہیں۔ اور ہو سکتا ہے۔ کہ بعض الفاظ احادیث کسی مثیل مسیح کے لیے ظاہری طور پر بھی صادق آجاویں۔ یہ ثابت نہیں کرتا۔ کہ کبھی خود مسیح ابن مریم ہی تشریف لے آوینگے۔

پھر آپ فرماتے ہیں (۱):۔ "اس زمانہ کے لیے میں مثیل مسیح ہوں اور دوسرے کی انتظار بے سود ہے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۲۰) (۲) "ثبوت اس بات کا کہ وہ مسیح موعود جسکے آنیکا قرآن کریم میں وعدہ دیا گیا ہے۔ یہ عاجز ہی ہے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۶۵۲)

پس کسی کے قول کی تفسیر وہ کرنی چاہیئے جو قائل کے منشاء کے مطابق ہو۔ تفسیر القول بما لا یرضیٰ بہ قائلہ جائز نہیں ہوتی۔

قولہ:۔ مولوی نورالدین صاحب اصولی طور پر ہماری تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔ "ہر جگہ تاویلات و تمثیلات سے استعارات و کنایات سے اگر کام لیا جائے۔ تو ہر ایک ملحد۔ منافق۔ بدعتی۔ اپنی آراء فاسدہ و خیالات باطلہ کے موافق آلہی کلمات طیبات کو لا سکتا ہے۔" (ضمیمہ ازالہ اوہام طبع اول صفحہ ۸)

اقول۔ اس عبارت کے متعلق تین باتیں قابل غور ہیں۔ اوّل مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح اولؓ کی ہر جگہ سے کیا مراد ہے۔ دوسرے پیشگوئیوں کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں۔ تیسرے خاصکر مسئلہ متنازعہ فیہا کے متعلق آپکی کیا رائے ہے۔

امر اوّل کے متعلق آپ فرماتے ہیں:۔ "الٰہی کلمات طیبات میں استعارات بکثرت ہوتے ہیں۔ مگر کسکے باعث کیا ہم ہر جگہ استعارہ اور مجاز لینے پر دلیر ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں کیا عبادات میں تمدن و معاشرت کے مسائل میں۔" (ضمیمہ ازالہ اوہام صفحہ ۹) پس ہر جگہ کی تفسیر آپنے عبادات اور تمدن و معاشرت کے مسائل سے کی ہے۔

دوسری بات کا جواب یہ آپ فرماتے ہیں:۔ "مگر جو کچھ پیشگوئیوں میں مذکور ہے۔ اور جو کچھ انبیاء علیہم السلام کے مکاشفات اور رؤیا صالحہ میں نظر آتا ہے۔ کچھ شک نہیں۔ کہ وہ عالم مثال میں ہوا کرتا ہے۔ اور ایسا ہی انکے بعض اخبار ماضیہ اور حقائق کو نیہ

عالم امثال کے اشکال و الوان عالم جسمانی کے الوان و اشکال سے بالکل نرالے ہُوا کرتے ہیں۔ پس ایسے موقعہ پر علوم ضروریہ یقینیہ الہامات صادقہ مشاہدات و حقائق نفس الامریہ قواعد شرعیہ ان نصوص کو لامحالہ ظاہری اور معنوں کی طرف لیجائیں گے۔" (ضمیمہ ازالہ اوہام صفحہ ۹)۔ عبارت بالکل صاف ہے۔

تیسری بات کے متعلق آپؓ لکھتے ہیں، " عزیزی یاد رکھو کہ مجھ پہ پیر کو آگاہ کیا گیا ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا قصہ بدوں کسی قسم کی تاویل اور کسی قسم کے استعارہ و مجاز کے کسی قوم نے تسلیم نہیں فرمایا۔ یہ میری بات سرسری نہ سمجھو نمونہ کے طور پر دیکھو لو۔ ہمارے اکثر مفسرین حضرت مسیحؑ کے قصہ میں انی متوفیک و رافعک میں کیا کچھ اُلٹ پھیر نہیں کرتے۔" (ضمیمہ ازالہ اوہام صفحہ ۸)

مذکورہ بالا تینوں عبارات سے خلیفۃ المسیح اوّلؓ حضرت مولوی نور الدین صاحب کا عقیدہ ظاہر ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ جس بات کی تائید میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے آپکی عبارت کو پیش کیا ہے۔ وہ کسی طرح ان کے دعویٰ کی مؤید نہیں۔

دوسرا باب
چوتھی شہادت کی صداقت

قولہ۔ پہلا الہام چوتھی شہادت۔ " کیا یہ نکاح مرزا صاحب سے ہو گیا۔ آہ اس کا جواب بڑی حسرت اور افسوس کے ساتھ نفی میں دیا جاتا ہے"

اقول۔ اس سوال کا جواب کہ نکاح کیوں نہ ہُوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خود فرماتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۳) " اور یہ امر کہ الہام میں یہ بھی تھا کہ اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ یہ درست ہے۔ مگر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ اس نکاح کے ظہور کے لئے جو آسمان پر پڑھا گیا۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک شرط بھی تھی جو اسی وقت شائع کی گئی تھی۔ اور وہ یہ کہ توبی توبی فان البلاء علی عقبک پس جب ان لوگوں نے شرط کو پورا کر دیا۔ تو نکاح فسخ ہو گیا۔ یا تاخیر میں پڑ گیا کیا آپکو خبر نہیں کہ یمحو اللہ ما یشاء و یثبت نکاح آسمان پر پڑھا گیا یا عرش پر مگر آخر وہ سب کارروائی شرطی تھی۔ شیطانی وساوس سے الگ ہو کر اُسے سوچنا چاہئیے۔ کیا یونسؑ کی پیشگوئی نکاح پڑھنے سے کچھ کم تھی جس میں یہ بتلایا گیا تھا۔ کہ چالیس دن کے اس قوم پر عذاب نازل ہوگا۔ مگر عذاب نازل نہ ہُوا۔ حالانکہ اس میں کسی شرط کی تصریح نہ تھی۔ پس وہ خدا جس نے ایسا ناطق فیصلہ منسوخ کر دیا۔ کیا اس پر مشکل تھا۔ کہ اس نکاح کو بھی فسخ یا کسی اور وقت پر ڈالدے۔"

اس حوالہ سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ نکاح کو شرطی قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح انجام آتھم میں آپ فرماتے ہیں " وکان اصل المقصود الاھلاک وتعرف انہ ھو املاک واما تزوجھا ایای فبعد اھلاک الھالکین والھالکات ...... فھو لاعظام الاٰیۃ فی اعین المخلوقات۔" (انجام آتھم صفحہ ۲۱۶) کہ اصل مقصود پیشگوئی سے ہلاک کرنا ہے اور اس عورت کا مجھ سے نکاح ہلاک ہونیوالے مردوں اور عورتوں کی ہلاکت کے بعد مخلوقات کی آنکھوں میں پیشگوئی کی عظمت ظاہر کرنے کیلئے" پھر فرماتے ہیں: " فان العذاب کان مشروطا بشرط التوبۃ لا حکما قطعیا کما وھم العوام۔" (صفحہ ۲۲۱) کہ عذاب

مشروط بشرط توبہ (یعنی پہلی حالت کی طرف رجوع کرنے پر) قطعی حکم نہیں تھا۔ جیسا کہ عوام وہم کرتے ہیں۔

پھر فرماتے ہیں:۔ "ومن تاب واستغفر فله حظ من رحمة حضرة الكبرياء ولا يأخذه عذاب مهين الا بعد العود الى سير الفاسقين (صفحہ ۲۱۵) جو شخص پہلی شرارتوں سے رجوع کرلے اور استغفار کرے تو اُسے خدا تعالیٰ کی رحمت سے حصہ ملتا ہے۔ اور اُسے عذاب مہین اسوقت تک نہیں پکڑتا جبتک کہ وہ پھر فاسقوں کی سیرت اختیار نہ کرے۔

ان عبارات سے ظاہر ہے۔ کہ نکاح داماد احمد بیگ کی ہلاکت پر موقوف تھا اور اس کی ہلاکت اپنی پہلی حالت کی طرف رجوع کرنے پر موقوف تھی۔ جب اس نے پہلی حالت کی طرف رجوع نہ کیا وہ ہلاک نہ ہوا جب ہلاک نہ ہوا۔ تو نکاح نہ ہوا۔ اذا فات الشرط فات المشروط یعنی جب اس نے شرارت کی طرف رجوع نہ کیا ہلاک نہ ہوا۔ جب ہلاک نہ ہوا۔ نکاح نہ ہوا۔

ایک اور طرح سے

اگر مان لیا جائے۔ کہ ظاہری طور پر الہام میں نکاح کیلئے کوئی شرط نہیں تھی۔ تو پھر بھی نکاح کا وعدہ شرطی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ بعض وعدوں کے ساتھ شرائط مخفی ہوتے ہیں جن کے نہ پائے جانے سے وہ وعدہ بھی پورا نہیں ہوتا۔

حدیث سے مثال ایسے وعدہ کی مثال احادیث میں جابر کی حدیث ہے جسے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جابر سے کہا کہ تیرا باپ جب شہید ہوا۔ اور خدا سے ملا تو خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ تمن اعطاك تو آرزو کر میں تجھے دونگا۔ یہ ایک ایسا وعدہ تھا جس کے ساتھ ظاہری طور پر کوئی شرط نہیں تھی۔ مگر جب اس نے کہا کہ رب تحیینی اقتل فیك ثانیة کہ اے خدا تو مجھے پھر زندہ کر تا کہ میں تیرے رستے میں پھر قتل کیا جاؤں تو خدا تعالیٰ نے اسکی آرزو کو پورا نہ کیا۔ اور جواب دیا۔ انه سبق منی انهم الیها لا یرجعون۔ کہ یہ آرزو پوری نہیں کیجائیگی۔ کیونکہ میں پہلے وعدہ کر چکا ہوں۔ کہ مرنیکے بعد دنیا میں کسی کو واپس نہیں بھیجا جائیگا۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے۔ کہ بعض وعدوں کے ساتھ مخفی شرائط لگے ہوئے ہوتے ہیں۔ جنکے نہ پائے جانے سے وہ وعدہ پورا نہیں کیا جاتا۔

امام ربانی مجدد الف ثانی کی شہادت اب ہم اس بارہ میں امام ربانی مجدد الف ثانی کی شہادت پیش کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:۔ "اگر پرسند سبب چیست کہ در بعضے از کشوف کونی کہ از اولیاء اللہ صادر میگردد غلط واقع میشود وخلاف آں بظہور مے آید۔ مثلاً خبر کردند کہ فلانی بعد از یکماہ خواہد مرد یا از سفر وطن مراجعت خواہد نمود واتفاقاً بعد از یکماہ ازیں ہر دو چیز کدام بوقوع نیامد در جواب گوئیم کہ حصول آں کشوف وتجربہ مشروط بشرائط بودہ است کہ صاحب کشف در آں وقت بتفصیل آں شرائط اطلاع نیافتہ وحکم کردہ بحصول آں شئی مطلقاً (مکتوبات امام ربانی جلد اول صفحہ ۲۲۴ و ۲۲۵ مکتوب ۲۷۰)

اگر تو پوچھے کہ اولیاء اللہ کے بعض کشوف کونی کیوں غلط واقع ہوتے ہیں۔ اور اسکے خلاف کیوں ظہور میں آتا ہے مثلاً کسی شخص کے متعلق یہ خبر دی کہ وہ ایک ماہ کے بعد مر جائیگا یا سفر سے اپنی وطن میں واپس لوٹ آئیگا۔ اور اتفاق یہ ہوا ہے کہ ایک ماہ کے بعد دونوں سے کوئی بھی چیز وقوع میں نہیں آتی۔ تو میں اسکے جواب میں یہ کہونگا۔ کہ درحقیقت اس مکشوف اور مخبر عنہ کا

حصول مشروط بشرائط تھا کہ صاحب کشف نے اسوقت ان شرائط پر اطلاع نہ پائی تھی اور اس نے اس شئ کے حصول کا مطلقاً حکم کر دیا کہ ایسا ضرور ہو جائیگا۔ حالانکہ وہ ان مخفی شرائط کے پورا نہ ہونیکی وجہ سے وقوع میں نہیں آیا۔

پس اگر نکاح کے ساتھ ظاہری طور پر الہام میں شرط نہ بھی ہوتی تب بھی یہ مشروط بشرائط ہو سکتا تھا مگر یہاں تو الہام میں شرط موجود تھی۔

حضرت مسیح موعودؑ تتمہ حقیقۃ الوحی میں سید عبدالقادر جیلانی کے قول کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اس قول کے بھی یہی معنی ہیں۔ کہ اس وعدہ کے ساتھ مخفی طور پر کئی شرائط ہوتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ پر واجب نہیں۔ کہ تمام شرائط ظاہر کرے پس اس جگہ ایک کچا آدمی ٹھوکر کھا کر منکر ہو جاتا ہے۔ اور کامل انسان اپنے جہل کا اقرار کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدر کی لڑائی کے وقت باوجود یکہ فتح کا وعدہ تھا۔ بہت رو رو کر دعا کرتے رہے۔ اور جناب الٰہی میں عاجزانہ مناجات کی کہ اللّٰھمّ ان اھلکت ھٰذہ العصابۃ لن تعبد فی الارض ابدًا کیونکہ آپ اس سے ڈرتے تھے۔ کہ شاید اس وعدہ کے اندر کوئی مخفی شرائط ہوں جو پوری نہ ہو سکیں۔ ہر کہ عارف تر است ترساں تر" (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۶)

پس اگر تسلیم کیا جائے۔ کہ بعض مخفی شرائط کی وجہ سے نکاح نہ ہوا۔ تو اس سے اصل الہام کا باطل ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

ایک اور طرح سے

بعض وعدے خدا تعالیٰ کے نزدیک قابل محو ہوتے ہیں۔ انکی جگہ خدا تعالیٰ کوئی دوسرا نشان دکھلا دیتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ما ننسخ من اٰیۃ او ننسھا نأت بخیر منھا او مثلھا۔ کہ ہم بعض نشان مٹا کر اس سے بہتر یا اس جیسا کوئی اور نشان دیتے ہیں۔ اور بعض وقت خدا تعالیٰ پیشگوئی کا ایک حصہ پورا کر دیتا ہے۔ اور دوسرا حصہ منسوخ کر دیتا ہے جیسا کہ آیت یمحوا اللّٰہ ما یشاء و یثبت سے ظاہر ہے۔ تفسیر فتح البیان میں اس آیت فظاھر نظم القراٰن العموم فی کل شیٔ مما فی الکتاب کے ماتحت لکھا ہے کہ ظاہری ترتیب قرآنی کو یہی بتاتی ہے کہ آیت ہر ایک امر کو حاوی ہے۔ پس خدا تعالیٰ پیشگوئی کا ایک حصہ پورا کر کے دوسرے حصہ کو مٹا بھی سکتا ہے یہ بھی اس کی سنت کے خلاف نہیں۔

مگر بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ ملہم ایک بات پر زور دیتا ہے۔ کہ یہ ضرور ہو کر رہیگا۔ اور وہ اُسے قابل محو قرار نہیں دیتا۔ اور وہ حقیقت میں قابل محو ہوتا ہے۔ تو اس کی کیا وجہ ہے۔ تو اسکے جواب میں امام ربانی مجدد الف ثانی مکتوب ۲۱۷ جلد اوّل میں فرماتے ہیں:۔

"یا آنکہ گوئیم حکمے از احکام لوح محفوظ بر عارفے ظاہر شدہ کہ آں حکم فی نفسہ قابل محو و اثبات است و از قبیل قضائے معلق اما آں عارف را از تعلیق و قابلیت محو وے خبر نیا شد دریں صورت اگر بمقتضائے علم خود حکم کند ناچار احتمال تخلف خواہد داشت" میں کہونگا کہ ایک حکم لوح محفوظ کے احکام سے عارف پر ظاہر ہوا۔ کہ وہ حکم فی نفسہ قابل محو و اثبات اور از قبیل قضاء معلق تھا مگر اس عارف کو تعلیق اور محو کے قابل ہونیکی خبر نہیں ہوئی ایسی صورت میں اگر وہ اپنے علم کے مطابق خود حکم کر دے کہ یوں ہوگا تو اس میں احتمال تخلف ہے۔ یعنی وہ خلاف واقعہ ظاہر ہو۔ پس اسی طرح یہ نکاح

خدا تعالیٰ کے نزدیک قابل محو تھا۔ سو خدا تعالیٰ نے اُسے محو کر دیا۔ تو جائے اعتراض کیا ہے۔ اور اگر اسکی صداقت خدا تعالیٰ کسی اور رنگ میں ظاہر کرنا چاہے جسکا ابھی تک ہمیں علم نہیں تو کر سکتا ہے۔

ایک اور طرح سے

بعض وقت ایسا ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ ایک نشان کی بجائے دوسرا نشان تبدیل کر دیتا ہے۔ مگر یہ کسی کو نہیں لگتا۔ یہاں تک کہ مُلہم کو بھی معلوم نہیں ہوتا۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ واذا بدّلنا اٰیۃ مکان اٰیۃ واللّٰہ اعلم بما ینزل قالوا انما انت مفتر کہ جب ہم ایک نشان کی جگہ دوسرا نشان بدل دیتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ ہی زیادہ جانتا ہے جو اس نے اُتارا تو لوگ کہتے ہیں کہ بس تُو تو مفتری ہے۔ اپنی طرف سے خدا پر اتہام باندھ رہا ہے۔ واللّٰہ اعلم بما ینزل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا علم صرف خدا تعالیٰ کو ہی ہوتا ہے۔ مُلہم کو بھی پتہ نہیں ہوتا۔ پس اگر نکاح کی جگہ دوسرا نشان دیا گیا ہو تو اس میں کونسی مشکل ہے۔

ایک اور طرح سے

نکاح کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک وعدہ تھا جو پورا نہیں تو پھر بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ وعدہ خدا کی طرف سے نہیں تھا کیونکہ بعض وقت خدا تعالیٰ بندے سے وعدہ کرتا ہے۔ مگر پورا ہونا بندے پر ظاہر نہیں ہوتا۔ جیسا کہ سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فتوح الغیب مقالہ نمبر ۲۵ میں فرماتے ہیں:۔ "وانما لا یستجب للعارف کل ما یسئل ربّہ عز وجل ولم یوف لہ بکل وعد لئلا یغلب علیہ الرجاء فیھلک" کہ خدا تعالیٰ عارف کے ہر سوال کو قبول نہیں کرتا اور نہ ہی اسکے لئے ہر وعدہ کو پورا کرتا ہے تاکہ اسپر امید غلبہ پا کر اس کی ہلاکت کا باعث نہ ہو جائے۔ پھر فرماتے ہیں:۔ "فیصیر الوعد حینئذ فی حقہ مع اللّٰہ عز وجل کرجل عزم علی فعل شیٔ فی نفسہ ونواہ ثم حرفہ علی غیرہ کالناسخ والمنسوخ" پس اسوقت اسکے حق میں خدا تعالیٰ کا وعدہ ایسا ہو جاتا ہے کہ جیسے ایک شخص نے اپنے دل میں ایک کام کرنیکا عزم یا نیت کی۔ پھر اسکو ترک کر دیا۔ یا اسکو دوسرے ارادہ سے تبدیل کر دیا۔ اور اس فعل کو چھوڑ کر دوسرا کوئی اور فعل کیا۔ جیسا کہ ناسخ منسوخ۔ پھر فرماتے ہیں:۔ "یجوز ان یعدہ اللّٰہ الوعد ولا یظھر للعبد وفاء بذٰلک لان الغیریۃ قد زالت بزوال الھوٰی" جائز ہے کہ خدا تعالیٰ ایک وعدہ کرے اور بندے کیلئے پورا ہونا ظاہر نہ کرے کیونکہ غیریت خواہشات نفسانی کے زوال سے زائل ہو گئی ہے۔ اور بندہ اور خدا کے درمیان غیریت نہ ہونیکی وجہ سے اسکی مثال ایسی ہو گئی ہے کہ جسطرح ایک شخص ایک کام کرنیکا ارادہ کرتا ہے پھر اسکو ترک کر دیتا ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ ایک وعدہ کرتا ہے۔ پھر اسکے ایفاء کا بندہ پر اظہار نہیں کرتا۔

پس نکاح کا وعدہ بھی اگر منسوخ ہو گیا۔ تو ہو سکتا تھا۔ اور اسکے عدم ایفاء سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے وہ وعدہ نہیں تھا۔

پانچویں شہادت

دوسرا الہام

سوال:۔ اس جگہ پہلا اعتراض تو یہی پڑتا ہے۔ کہ سلطان محمد داماد احمد بیگ مطابق پیشگوئی اڑھائی سال کے عرصہ میں کیوں نہ ہلاک ہوا۔

جواب:- اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ "کہ داماد احمد بیگ نے احمد بیگ کے مرنیکے بعد اپنی حالت کو تبدیل کیا اور ان کے رشتہ داروں نے بھی گریہ وزاری کے خطوط لکھے۔ اسوجہ سے وہ مقررہ عذاب اس سے ٹل گیا"۔ اور اس بات کا ثبوت کہ اس نے پہلی حالت سے رجوع کیا یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے انجام آتھم میں لکھا کہ:- (۱) "فیصلہ تو آسان ہے احمد بیگ کے داماد سلطان محمد کو کہو کہ تکذیب کا اشتہار دے۔ پھر اسکے بعد جو میعاد خدا تعالیٰ مقرر کرے۔ اگر اس سے اس کی موت تجاوز کرے۔ تو میں جھوٹا ہوں" (انجام آتھم صفحہ ۳۲)

(۲) "اور ضرور ہے کہ یہ وعید کی موت اس سے تھمی رہے۔ جبتک کہ وہ گھڑی آجائے۔ کہ اسکو بیباک کر دے۔ سو اگر جلدی کرنا ہے تو اٹھو۔ اور اسکو بیباک اور مکذّب بناؤ۔ اور خدا کی قدرت کا تماشا دیکھو" (انجام آتھم صفحہ ۳۲) باوجود اسقدر برانگیختہ کئے جانے کے اور مخالفین کے اس سے تکذیب کا اشتہار دلانیکے لئے ایک لاکھ روپیہ تک دینے کا وعدہ کرنے کے سلطان محمد نے تکذیب کا اشتہار نہ دیا۔ جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اس نے اپنی پہلی حالت کو ضرور تبدیل کیا جسکی وجہ سے وہ مقررہ عذاب سے بچ گیا۔ اور پھر اس نے اپنی پہلی حالت کی طرف رجوع نہیں کیا جیسا کہ اسکے ایک خط سے ظاہر ہے جو یہ ہے:-

"میں مرزا جی صاحب مرحوم کو نیک بزرگ اسلام کا خدمتگذار شریف النفس خدا یاد پہلے بھی اور اب بھی خیال کر رہا ہوں مجھے انکے مریدوں سے کسی قسم کی مخالفت نہیں ہے۔ بلکہ افسوس کرتا ہوں۔ کہ چند ایک امورات کی وجہ سے ان کی زندگی میں انکا شرف حاصل نہ کر سکا" (دیکھو اصل کا عکس رسالہ مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی میں)

جب یہ ثابت ہوگیا کہ داماد احمد بیگ اپنی توبہ پر قائم رہا۔ اور پہلی حالت کی طرف رجوع نہ کیا۔ تو اس لئے وہ عذاب سے بچ رہا جیسا کہ وعید کی پیشگوئیوں میں ہوا کرتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ کامل ایمان لے آئے۔ جیسا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں:-

"خدا فرماتا ہے کہ میں ہمیشہ سے بڑا ہی رحم والا مہرباں ہوں جو کوئی مجھ سے ڈر کر ذرا بھی جھکے تو میں اسکو خود اپنی رحمت سے ڈھانپ لیتا ہوں" (تفسیر ثنائی جلد اول صفحہ ۱۲۶)

(۲) "اللہ تعالیٰ ہی مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ وہ اپنے بندوں کی تھوڑی سی توجہ پر متوجہ ہوتا ہے" (تفسیر ثنائی جلد چہارم صفحہ ۷)

پس عذاب ٹلنے کے لئے یہ ضروری نہیں تھا کہ داماد احمد بیگ احمدی ہو جاتا۔

تقدیر مبرم

سوال:- رہا یہ سوال کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نکاح اور ہلاکت داماد احمد بیگ کو تقدیر مبرم قرار دیا ہے اور بہت زور دیا ہے۔ کہ ایسا ضرور ہو کر رہیگا۔

جواب:- جاننا چاہیئے۔ کہ یہ تقدیر مبرم برنگ قضائے معلق ہے۔ جیسا کہ آپکی دوسری تحریرات سے ظاہر ہے کیونکہ آپ فرماتے ہیں:-

"تخویف اور انذار کی پیشگوئیاں جس قدر ہوتی ہیں جنکے ذریعہ سے ایک بیباک قوم کو سزا دینا منظور ہوتا ہے۔ انکی تاریخیں اور میعادیں تقدیر مبرم کی طرح نہیں ہوتیں۔ بلکہ تقدیر معلق کی طرح ہوتی ہیں۔ اور اگر وہ لوگ نزول عذاب سے پہلے توبہ اور استغفار اور رجوع الی الحق سے کسی قدر اپنی شوخیوں اور چالاکیوں اور تکبّروں کی اصلاح کریں تو

وہ عذاب کسی ایسے وقت پر جا پڑتا ہے۔ کہ جب وہ لوگ اپنی پہلی عادات کی طرف پھر رجوع کر لیں۔ یہی سنّت اللہ ہے جو قرآن کریم اور دوسری کتابوں سے ثابت ہے۔" (اشتہار مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری اور اسکے داماد سلطان محمد کی نسبت جو پیشگوئی تھی اسکی حقیقت مورخہ ۶۔ ستمبر ۱۸۹۴ء)

اسی طرح اس اشتہار میں جس کی عبارت مولوی صاحب نے نقل کی ہے۔ (کہ نکاح میں آنا تقدیر مبرم ہے) آپ فرماتے ہیں:۔

"یاد رکھو کہ عورت مذکورہ کے نکاح کی پیشگوئی اس قادر مطلق کی طرف سے ہے جس کی باتیں ٹل نہیں سکتیں۔ لیکن قرآن بتلا رہا ہے۔ کہ ایسی پیشگوئیوں کی میعادیں معلق تقدیر کی قسم میں سے ہوتی ہیں۔ لہٰذا ان کی تبدل اور تغیر کی وجوہ پیدا ہونیکے وقت ضرور وہ تاریخیں اور میعادیں ٹل جاتی ہیں۔ یہی سنّت اللہ ہے جس سے قرآن بھرا پڑا ہے۔"

پھر فرماتے ہیں:۔ "پس جبکہ یہ پیشگوئی انذار اور تخویف پر مشتمل تھی۔ اور موت کے وعدے محض عذاب کے طور پر تھے اس لئے ضرور تھا۔ کہ خدا تعالیٰ عذاب اور تاخیر عذاب میں اپنی اس سنّت اور عادت کا اس جگہ بھی پابند ہو جس کا ذکر قرآن کریم میں بتصریح موجود ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس حکیم اور امام کتاب میں یہ دائمی قاعدہ باندھ دیا ہے۔ کہ فاسقوں اور کافروں کی رجوع اور توبہ سے میعاد عذاب میں تاخیر واقع ہو جاتی ہے۔ اور پھر جب وہ فسق اور کفر اور سرکشی اور شوخی اور تکبر کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور اپنے ہاتھ سے اسباب ہلاکت پیدا کر لیتے ہیں۔ تو وہ لازوال وعدہ ظہور پذیر ہو جاتا ہے۔" (تبلیغ رسالت جلد سوم صفحہ ۱۸۶، ۱۸۸)

مذکورہ بالا عبارات سے ظاہر ہے۔ کہ ہلاکت داماد احمد بیگ پہلی سی شوخی اور تکبر وغیرہ کی طرف رجوع کرنے سے مشروط ہے۔ اور پہلے لکھا جا چکا ہے کہ نکاح داماد احمد بیگ کی ہلاکت پر موقوف ہے۔ تو موقوف علیہ کے مشروط ہونے سے موقوف خود مشروط ہو گیا پھر ان دونو کو تقدیر مبرم کہنا اقسام قضائے معلق ہے جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اگر داماد احمد بیگ نے شرارت کی طرف رجوع کیا۔ تو پھر وہ ضرور ہلاک ہوگا۔ اور جب ہلاک ہو گیا تو نکاح ضرور ہوگا جو کسی طرح نہیں ٹل سکتا۔ آپکا نکاح اور ہلاکت سلطان محمد پر زور دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ آتھم کی ہلاکت کیلئے زور دینا۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:۔ "میں اسوقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشین گوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے، تو مَیں ہر ایک سزا کے اٹھانے کیلئے تیار ہوں مجھ کو ذلیل کیا جائے روسیاہ کیا جائے میرے گلے میں رسّہ ڈالدیا جائے مجھ کو پھانسی دیا جائے ہر ایک بات کیلئے تیار ہوں اور مَیں اللہ جلشانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کریگا۔ ضرور کریگا۔ ضرور کریگا۔ زمین آسمان ٹل جائیں پر اسکی باتیں نہ ٹلینگی۔" (جنگ مقدس)

پھر اسی طرح اشتہار انعامی چار ہزار روپیہ صفحہ ۱۱ میں آپ فرماتے ہیں:۔ "اب اگر آتھم صاحب قسم کھا لیویں تو وعدہ ایک قطعی امر یقینی ہے جس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہیں اور تقدیر مبرم ہے۔"

یہ پیشگوئی بھی آتھم کی پیشگوئی کی طرح شرطی ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

(۱) "احمد بیگ اور اسکے داماد کی نسبت بھی پیشگوئی آتھم کی پیشگوئی کی طرح شرطی تھی اور شرط کے الفاظ جو شائع ہو چکے ہیں۔ یہ ہیں توبی توبی فان البلاء علیٰ عقبک۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۱)

(۲) اب قطع نظر انکی خائنانہ گفتگو کے جواب یہ ہے کہ یہ پیشگوئی بھی آتھم کی پیشگوئی کی طرح مشروط بشرط تھی" (تذکرۃ الشہادتین)
پس جس طرح آتھم کی ہلاکت کا بیان کرتے ہوئے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ شرط کوئی نہیں حالانکہ شرط ملحوظ ہے اسی طرح یہاں تقدیر مبرم کہتے ہوئے بھی شرائط ملحوظ ہیں۔ اور جس طرح آتھم کے قسم کھا لینے پر اسکی ہلاکت تقدیر مبرم ہے اسی طرح یہاں داماد احمد بیگ کے شرارت کی طرف رجوع کرنے پر اسکی ہلاکت تقدیر مبرم ہے پھر اسکے ہلاک ہونے کے بعد نکاح کا ہونا تقدیر مبرم ہے پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارات کو یکجائی نظر سے دیکھنا چاہیئے۔ ورنہ ایک حصہ کو لیکر حکم لگا دینے سے تو قرآن مجید پر بھی کئی اعتراض وارد ہو سکتے ہیں۔

حقیقۃ الوحی کے حوالہ سے ظاہر ہے۔ کہ یہ سب کارروائی شرطی تھی۔ اور اگر کسی جگہ آپ نے اُس شرط کا ذکر نہیں کیا تو اسمیں کوئی حرج نہیں کیونکہ جب الہام میں شرط موجود ہے۔ تو وہ ہر جگہ مدِ نظر رکھی جائیگی۔ چاہے اس کا ذکر کیا جائے یا نہ کیا جائے۔

الہام ویردّھا الیک لاتبدیل لکلمات اللہ سے پہلے کذّبوا بآیٰتنا وکانوا بھا یستھزءُون میں بھی بتایا گیا ہے کہ اگر وہ تکذیب اور استہزاء کو جاری رکھینگے اور باز نہیں آئینگے۔ تو پھر یہ نشان یردّھا الیک کا دکھایا جائیگا ورنہ نہیں۔

مگر سلطان محمد نے جب اپنی پہلی حالت کو بدلا۔ اور اس پر عذاب نہ آیا۔ تو انجام آتھم میں تمام مخالفین کو آپ نے اکسایا اور غیرت دلائی۔ کہ اُس سے تکذیب کا اشتہار دلاؤ۔ مگر اُس نے تکذیب کا اشتہار نہ دیا۔ تو کذّبوا بآیٰتنا جو پہلی شرط الہام میں تھی اس نے اسکو پورا نہ کیا۔ اور استہزاء وغیرہ سے باز آگیا۔ تو شرط کے مطابق اس پیشگوئی کا ظہور ہوا۔

اس پیشگوئی میں ایک نشان نہیں تھا بلکہ کئی نشان تھے۔ مثلاً (۱) نکاح سے انحراف ضرور ہوگا جیسے کہ ویردّھا الیک سے ظاہر ہے (۲) جبتک نکاح غیر سے نہ ہو والد دختر کا زندہ رہنا چنانچہ پانچ سال تک جبتک اس کا نکاح دوسری جگہ نہیں ہوا۔ زندہ رہا (۳) نکاح کر دینے کے بعد تین سال کے اندر اندر مرنا چھٹے مہینے بھی گذرنے نہ پائے کہ فوت ہو گیا (۴) اس لڑکی کا ان واقعات تک زندہ رہنا۔ (۵) خود حضرت اقدسؑ کا ان سب واقعات تک زندہ رہنا (۶) لڑکی کا نکاح غیر سے ضرور ہوگا۔ (۷) لاتبدیل لکلمات اللہ یہ سب باتیں ہونگی۔ اور کسی روکنے والے کی روک آڑے نہیں آئیگی۔ (۸) اس خاندان کے ممبر جو نکاح کے معاون اور سلسلہ میں داخل ہونیوالے ہونگے۔ وہ برکات سے حصہ پائینگے اور جو نکاح کے مخالف ہونگے وہ تنگی اور مصیبت پائینگے (۹) انت معی وانا معک آپ ہر ابتلا میں ثابت قدم رہے اور خدا تعالیٰ آپ کے ساتھ ہوا (۱۰) عسٰی ان یبعثک ربک مقامًا محمودًا خدا تعالیٰ نے آپکو ستائش کے مقام پر اُٹھایا۔ ۱۸۸۸ء میں تو آپکو لوگ جانتے بھی نہیں تھے۔ مگر آج امریکہ افریقہ ولایت وغیرہ سب مقامات میں آپکی تعریف کیجاتی ہے۔ اگر مولوی صاحب کو نظر نہیں آتا اور لا یبصرون کے گروہ میں شامل ہونیکی وجہ سے نہیں دیکھ سکتے تو اس کا کوئی علاج نہیں کیونکہ ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ٭ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

پیشگوئی کی غرض پوری ہوگئی

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ وما نرسل بالآیات الا تخویفا کہ نشانات کی غرض تخویف و انذار ہے۔ پس جب غرض حاصل ہو جائے۔ تو خواہ مخواہ کسی کو تباہ کرنے کی کیا ضرورت ہے اور اس پیشگوئی کے متعلق تو حضرت مسیح موعودؑ فرما چکے ہیں :۔

"یہ پیشگوئی اس قوم کے ڈرانے کے لئے ہے۔ جن کی طبیعتوں میں الحاد اور ارتداد غلبہ کر گیا تھا۔ اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے اس پیشگوئی کے پہلے کلمات میں فرمایا۔ کہ یہ لوگ میری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں۔ اور میرے نشانوں سے ٹھٹھا کرتے ہیں"۔ (تبلیغ رسالت جلد سوم صفحہ ۱۱۷)

اور اسی طرح اشتہار مؤرخہ ۱۰۔ جولائی ۱۸۸۸ء میں آپ فرماتے ہیں :۔

"غرض یہ لوگ جو مجھ کو میرے دعوئے الہام میں مکار اور دروغگو خیال کرتے تھے۔ اور اسلام اور قرآن شریف پر طرح طرح کے اعتراض کرتے تھے۔ اور مجھ سے کوئی نشان آسمانی مانگتے تھے"۔

پس اس نشان کے دکھانے سے غرض ان کو ڈرانا اور اسلام کی صداقت انکے دلوں میں بٹھانا تھی۔ سو وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے پوری ہوگئی۔ کیونکہ اس پیشگوئی کے بعد کچھ رشتہ دار تو انکے ہلاک ہو گئے۔ اور باقیوں میں سے اکثر سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہو گئے۔ چند کے نام درج ذیل ہیں :۔

(۱) اہلیہ مرزا احمد بیگ (۲) سردار بیگم دختر مرزا احمد بیگ (۳) سردار بیگم کے خاوند مرزا احسن بیگ جو مرزا احمد بیگ کی اہلیہ کی بہن کے فرزند ہیں (۴) عنایت بیگم دختر احمد بیگ (۵) دو لڑکیاں اور ہیں جو احمدی ہیں (۶) دختر مرزا امام الدین اہلیہ مرزا سلطان احمد صاحب (۷) تمام خاندان مرزا سلطان احمد صاحب (۸) مرزا نظام الدین کے فرزند مرزا گل محمد صاحب (۹) تائی صاحبہ اہلیہ مرزا غلام قادر صاحب بھی بیعت میں داخل ہیں۔ بلکہ وصیت کر کے روپیہ بھی داخل خزانہ کر چکی ہیں۔

پس جبکہ مطابق شرط کے پیشگوئی کا ظہور ہوا اور اس کی غرض بھی پوری ہوئی پھر بھی یہ کہنا کہ پیشگوئی غلط نکلی قرآن مجید اور علوم حقہ سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ اور اس پیشگوئی کا ایک بڑا مقصد یہ بھی تھا کہ قرآن مجید کے معارف اور حقائق کھولے جائیں۔ تا لوگوں کو معلوم ہو۔ کہ پیشگوئیوں کے اصول کیا ہیں اور کس کس طرح پیشگوئیوں کا ظہور ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں :۔

"اور اس زمانہ میں اس سے یہ فائدہ بھی مقصود ہے۔ کہ جو علوم ربانی دنیا سے اٹھ گئے تھے۔ پھر لوگوں کی نظر انپر پڑے اور معارف فرقانی کی تجدید ہو جائے۔ اور نہ صرف پیشگوئی ظاہر ہو۔ بلکہ ساتھ اسکے معارف بھی تازہ ہو جائیں"۔ (تبلیغ رسالت جلد سوم صفحہ ۱۱۷)

الحمد للہ کہ یہ غرض بھی اس پیشگوئی سے پوری ہوئی۔

تقدیر مبرم | یہاں تک تو ہم نے نفس پیشگوئی کے متعلق بحث کی ہے اور دکھایا ہے کہ پیشگوئی شرطی تھی اور شرط کے مطابق پوری ہوئی۔ لیکن ایک سوال تقدیر مبرم کے بدلنے کے متعلق بھی اُٹھایا کرتے ہیں سو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ کبھی ایسا ہوتا ہے۔ کہ مُلہم ایک بات کو تقدیر مبرم قرار دیتا ہے۔ مگر وہ درحقیقت تقدیر مبرم نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ پوری نہیں ہوتی۔ جیسا کہ امام ربّانی مجدد الف ثانی مکتوبات میں فرماتے ہیں:۔ ”حضرت سیّد محی الدین جیلانی قدس سرہ در بعضے از رسائل خود نوشتہ اند کہ در قضائے مبرم ہیچکس را مجال نیست۔ کہ تبدیل بدہد مگر مرا کہ اگر خواہم آنجا ہم تصرف کنم۔۔۔۔ قضائے معلق بر دو گونہ است قضائیست کہ تعلیق او را در لوح محفوظ ظاہر ساختہ اند و ملائکہ را برآں اطلاع داد اند۔ و قضائے تعلیق او نزد خدا است جلّشانہ و بس در لوح محفوظ صورت قضائے مبرم دارد و ایں قسم آخر از قضاء معلق نیز احتمال تبدیل دارد و رنگ قسم اوّل“۔ (مکتوبات امام ربّانی جلد اول ۲۲۲ مکتوب ۲۷) سیّد محی الدین جیلانی نے اپنے ایک رسالہ میں لکھا ہے۔ کہ قضائے مبرم میں کسی کو مجال تصرّف نہیں۔ لیکن اگر مَیں وہاں تصرّف کرنا چاہوں تو کر سکتا ہوں۔ اس قول کے متعلق مجدّد صاحب فرماتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ نے اس قول کے معنی جو مجھ پر کھولے۔ وہ یہ ہیں۔ کہ قضائے معلق کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم قضاء معلق کی ایسی ہے۔ کہ اسکی تعلیق لوح محفوظ میں ظاہر الگی ہوتی ہے اور فرشتوں کو بھی اسپر اطلاع دی جاتی ہے۔ اور ایک قضاء وہ ہوتی ہے۔ جس کا معلق ہونا صرف خدا کو معلوم ہوتا ہے۔ لوح محفوظ میں وہ قضاء مبرم کی صورت پر ہوتی ہے اور یہ دوسری قسم قضاء معلق کی پہلی قسم کی طرح احتمال تبدیل کا رکھتی ہے۔

اس حوالہ سے ظاہر ہے۔ کہ بعض تقدیریں معلق بھی تقدیر مبرم کی طرح ہوتی ہیں اور الہامات میں ظاہرا معلوم نہیں ہوتیں۔ اسکے معلق ہونیکا علم صرف خدا تعالیٰ کو ہی ہوتا ہے۔ بظاہر الہامات سے یہی خیال ہوتا ہے کہ یہ تقدیر مبرم ہے۔ معلق نہیں ———— مگر بوجہ اس تعلیق کے جو خدا تعالیٰ کے نزدیک ہے وہ تقدیر معلق ہوتی ہے۔

حدیث | پھر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تقدیر مبرم بدل سکتی ہے:۔ (۱) وقنی شرّ ما قضیت ای خدا تُو مجھے اس شر سے محفوظ رکھ جس کا تو فیصلہ کر چکا ہے۔ پس جس کا خدا تعالیٰ فیصلہ کر چکا ہو کہ ایسا ہو کر رہیگا وہ بدل سکتا ہے۔ تو تقدیر مبرم کیوں نہیں بدل سکتی۔ کیونکہ تقدیر مبرم اور جس امر کا خدا تعالیٰ فیصلہ کر چکا ہو کہ یوں ہوگا ایک ہی بات ہے۔ (۲) الدعاء جند من اجناد اللہ مجندۃ یرد القضاء بعد ان یبرم کہ دُعا خدا تعالیٰ کے لشکروں سے ایک لشکر ہے۔ یہ قضاء کو اسکے مبرم ہونے کے بعد بھی ردّ کر دیتی ہے۔ (۳) اَکثِرْ مِنَ الدعاء فان الدعاء یرد القضاء المبرم (کنز العمال جلد اوّل صفحہ ۱۶۷) انس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے اُسے فرمایا۔ کہ کثرت سے دعا کر کیونکہ دُعا قضاء مبرم کو بھی بدل دیتی ہے۔

یہ حدیث بالکل صاف ہے کسی قسم کا شبہ نہیں رہتا۔ قضاء مبرم کا صاف لفظ موجود ہے۔

سچ ہے:-

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے — اے میرے فلسفیو زورِ دعا دیکھو تو

حضرت مسیح موعودؑ کے نزدیک تقدیر مبرم

حدیث اور امام ربانی کے قول سے معلوم ہو چکا ہے کہ تقدیر مبرم بدل سکتی ہے اب ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مذہب لکھتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:-

"نواب سردار محمد علیخان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ کا لڑکا قادیان میں سخت بیمار ہو گیا۔ اور آثار یاس اور نومیدی کے ظاہر ہو گئے انہوں نے میری طرف دعا کیلئے التجا کی۔ میں نے اپنے بیت الدعا میں جا کر انکے لئے دعا کی۔ اور دعا کے بعد معلوم ہوا کہ گویا تقدیر مبرم ہے۔ اور اس وقت دعا کرنا عبث ہے۔ تب میں نے کہا کہ یا الٰہی اگر وہ قبول نہیں ہوتی۔ تو میں شفاعت کرتا ہوں کہ میرے لئے اسکو اچھا کر دے۔ یہ لفظ میرے مُنہ سے نکل گئے مگر بعد میں بہت نادم ہوا۔ کہ ایسا میں نے کیوں کہا۔ اور ساتھ ہی مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوئی من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ یعنی کس کو مجال ہے۔ کہ بغیر اذن الٰہی شفاعت کرے۔ میں وحی کو سن کر چپ ہو گیا۔ اور ابھی ایک منٹ نہیں گذرا ہو گا کہ پھر یہ وحی الٰہی ہوئی۔ کہ انک انت المجاز یعنی تجھے شفاعت کرنیکی اجازت دیگئی۔ بعد میں پھر میں نے دعا پر زور دیا۔ اور مجھے محسوس ہوا۔ کہ اب یہ دعا خالی نہیں جائیگی۔ چنانچہ اسی دن بلکہ اسی وقت لڑکے کی حالت رو بصحت ہو گئی۔"
(حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۵۸)

مذکورہ بالا حوالجات سے ظاہر ہے کہ بعض ایسی تقدیریں ہوتی ہیں جن کی تعلیق صرف خدا کو معلوم ہوتی ہے۔ فرشتے بھی اُسے تقدیر مبرم سمجھتے ہیں اور ظاہری طور پر امام سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ تقدیر مبرم ہے۔ علم الٰہی میں معلق ہونیکی وجہ سے ایسی تقدیر مبرم بدل جایا کرتی ہے۔

تیسرا الہام چھٹی شہادت

خلاصہ اعتراض:- مولوی صاحب تریاق القلوب کے حاشیہ صفحہ ۱۳ اور ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹۷ سے عبارات نقل کر کے لکھتے ہیں:-

"خود مرزا صاحب اور مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اول کی شہادت سے مرزا صاحب کی عمر بمشکل ۶۹ سال تک پہنچتی ہے حالانکہ وحی الٰہی فیصلہ کر چکے ہیں۔ کہ میری عمر چوہتر سے چھیاسی سال کے درمیان ہو گی۔"

جواب:- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عمر کے متعلق دو قسم کی شہادتیں پیش کرتے ہیں۔ ایک تو خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دوسرے آپکے مخالفین کی۔ سب سے اوّل ماننے کے قابل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شہادت ہے۔ اور مخالفوں کو منوانے کیلئے سب سے اعلیٰ مخالفوں کی اپنی شہادت ہے پہلے ہم حضرت مسیح موعودؑ کی شہادت پیش کر کے مخالفین کی شہادتیں پیش کرتے ہیں:-

(۱) ضمیمہ براہین احمدیہ کے جس صفحہ سے مولوی ثناءاللہ نے عبارت نقل کی ہے۔ اسی صفحہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی عمر کا بھی ذکر کیا ہے بہتر تھا۔ کہ مولویصاحب خود ہی نقل کر دیتے۔ مگر کیوں کرتے۔ بات نہیں بنتی تھی۔ سنئے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"اب میری عمر ستر برس کے قریب ہے۔ اور تیس برس کی مدت گذر گئی۔ کہ خدا تعالیٰ نے مجھے صریح لفظوں میں اطلاع دی تھی کہ تیری عمر اسی برس کی ہوگی۔ اور یا یہ کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹۷)

اور تریاق القلوب صفحہ ۶۸ سے ظاہر ہے۔ کہ آپکی عمر چالیس برس کی تھی کہ مکالمہ مخاطبہ شروع ہوا۔ تو ۳۰+۴۰ ملا کر کل ستر برس ہوئے۔ اور یہ کتاب ۱۹۰۵ء میں لکھی گئی ہے۔ تو ستر سال شمسی لحاظ سے جو قمری لحاظ سے ۷۵ سال ہوئی۔

(۲) اعجاز احمدی صفحہ ۳ میں فرماتے ہیں: "آتھم کی عمر میری عمر کے برابر تھی قریب ۶۴ سال کے۔"

اور آتھم ۱۸۹۶ء میں مرا اسکے مرنے کے بعد آپ بارہ سال زندہ رہے۔ اس لحاظ سے آپکی عمر ۷۶ سال کے قریب ہوئی۔

(۳) حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۹ "یہ عجیب امر ہے۔ اور میں اس کو خدا تعالیٰ کا ایک نشان سمجھتا ہوں کہ ٹھیک ۱۲۹۰ھ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ عاجز شرف مکالمہ و مخاطبہ پا چکا تھا۔" اور تریاق القلوب صفحہ ۶۸ میں فرماتے ہیں:۔ "پھر جب میری عمر چالیس برس تک پہنچی۔ تو خدا تعالیٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا۔"

معلوم ہوا۔ کہ سنہ ۱۲۹۰ھ میں آپکی عمر چالیس سال کی تھی۔ اور سنہ ۱۳۲۶ھ میں آپ نے وفات پائی۔ تو آپکی عمر اس لحاظ سے ۷۶ سال ہوئی۔

مندرجہ بالا تحریرات سے ظاہر ہے۔ کہ آپکی عمر الہامات کے مطابق ہوئی۔ مگر پھر بھی مولوی ثناءاللہ کا یہ لکھنا کہ آپ کا کلام ہے۔

"چودھویں صدی کے شروع ہوتے وقت میری عمر چالیس سال کی تھی۔" (شہادات مرزا صفحہ ۱۵) پھر دوسرا حوالہ لکھ کر "مرزا صاحب نے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو انتقال کیا۔" یہ نتیجہ نکالنا کہ خود مرزا صاحب اور مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اول قادیان کی شہادت سے مرزا صاحب کی عمر بمشکل ۶۹ سال تک پہنچتی ہے محض دھوکہ دہی ہے۔ کیونکہ مولوی ثناءاللہ جو عبارت حضرت مسیح موعودؑ کی طرف منسوب کر رہے ہیں اس لحاظ سے آپکی عمر کل ۶۶ سال بنتی ہے۔ مگر میں ناظرین کو بتانا چاہتا ہوں۔ کہ یہ الفاظ حضرت مسیح موعودؑ کے نہیں ہیں۔ بلکہ چودھویں صدی کے یہودی کی یہودیانہ تحریف ہے۔ اصل عبارت وہ ہے جسے خود ہی مولویصاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۳ میں لکھا ہے۔ اور وہ یہ ہے:۔ "یہ عجیب اتفاق ہے کہ میری عمر کے چالیس برس پورے ہونے پر صدی کا سر بھی آپہنچا۔" (تریاق القلوب صفحہ ۶۸)

اب اس سے یہ مراد نہیں۔ کہ سنہ ۱۳۰۰ھ میں چالیس برس آپ کی عمر ہوئی تھی۔ بلکہ اس صدی کے سر سے مراد سنہ ۱۲۹۰ھ ہے۔ کیونکہ صدی کا سر پچھلی صدی کے آخر پر بھی اطلاق پاتا ہے۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:۔

"لیکن چونکہ آخر صدی کا یا مثلاً آخر ہزار کا اس صدی یا ہزار کا سر کہلاتا ہے۔ جو اسکے بعد شروع ہونیوالا ہے۔ ... ... اور اسکے ساتھ پیوستہ ہے۔ اس لئے یہ محاورہ ہر ایک قوم کا ہے۔ کہ مثلاً وہ کسی صدی کے آخری حصہ کو جس کو گویا صدی ختم ہونیکے حکم میں ہے۔ دوسری صدی پر جو اسکے بعد شروع ہونیوالی ہے اطلاق کر دیتے ہیں۔ مثلاً کہہ دیتے ہیں کہ فلاں مجدد بارھویں صدی کے سر پر ظاہر ہوا تھا۔ گو وہ گیارھویں صدی کے آخر پر ظاہر ہوا ہو یعنی گیارھویں صدی کے

چند سال رہتے اس نے ظہور کیا ہو" (تحفہ گولڑویہ ایڈیشن دوم حاشیہ صفحہ ۱۵۰) اور حقیقۃ الوحی کے حوالہ کا ملاکر ماحصل نتیجہ نکلتا ہے کہ آپکی عمر ۷۶ سال ہوئی۔

اور خلیفہ اوّل نے سنہ پیدائش ۱۸۳۹ء لکھا ہے نہ کہ ۱۸۴۰ء جیسا کہ مولوی صاحب لکھتے ہیں۔ اور اگر ۱۸۳۹ء کو بھی شامل کیا جائے تو آپکی کُل عمر ستّر برس بنتی ہے جو قمری لحاظ سے قریباً ۷۲ برس بنتی جو مولویصاحب کے نزدیک مصداق الہام ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ۸۰ سال ہی چار پانچ کم یا پانچ چھ زیادہ کا مفہوم چند سال زیادہ یا کم کا مفہوم ہے۔ اور مولوی ثناء اللہ نے اپنی عربی تفسیر کے صفحہ ۳۴۲ پر فی بضع سنین کے معنی ای الی العشر یعنی بضع سے مراد دس سال لئے ہیں۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ خلیفہ اوّل رضؓ نے یہ قطعی اور یقینی طور پر نہیں لکھا۔ بلکہ تخمیناً لکھا ہے۔

چنانچہ ہم خلیفہ اوّل رضؓ کی دوسری شہادت پیش کرتے ہیں۔ آپ ریویو آف ریلیجنز جلد ۷ صفحہ ۲۷ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"مرزا صاحب مغفور کی کیا عمر تھی جب آپکا انتقال ہوا۔ اسکے لئے میں کوشش میں ہوں۔ کہ پتہ لگے مرزا سلطان احمد صاحب نے تولد کا سنہ ۳۶ و ۳۷ بتایا ہے پس اس شمسی حساب سے آپکی عمر قمری حساب میں ۷۴ چوہتّر ۷۵ پچھتّر ہوتی ہے۔ اور کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا۔ اور حضرت نے نصرۃ الحق میں قریباً یہی لکھا ہے"

اس سے ظاہر ہے۔ کہ نورالدین میں ۱۸۳۹ء سن پیدائش قرار دینا یقینی علم کی بنا پر نہیں تھا۔ مرزا سلطان احمد صاحب کی روایت صحیح معلوم ہوتی ہے۔ اور اب ہم دوسرے طریقے سے مرزا سلطان احمد صاحب کی روایت پیش کرتے ہیں۔ جسے حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب نے اپنی کتاب سیرۃ المہدی صفحہ ۱۹۶ و ۱۹۷ میں لکھا ہے:۔

(۱) "خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ میں نے عزیزم مرزا رشید احمدؐ (جو مرزا سلطان احمد صاحب کا چھوٹا لڑکا ہے) کے ذریعہ مرزا سلطان احمد صاحب سے دریافت کیا تھا۔ کہ آپکو حضرت مسیح موعودؑ کے سنہ ولادت کے متعلق کیا علم ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ جہانتک مجھے معلوم ہے۔ ۱۸۳۶ء میں آپکی ولادت ہوئی تھی"۔

(۲) "خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ میں نے مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے افسر ڈاک کی معرفت مرزا سلطان احمد صاحب سے دریافت کیا تھا۔ کہ آپکی پیدائش کس سال کی ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ مجھے اچھی طرح معلوم نہیں۔ بعض کاغذوں میں تو ۱۸۶۴ء لکھا ہے۔ مگر ہندو پنڈت مجھے کہتا تھا۔ کہ میری پیدائش سمت ۱۹۱۳ بکرمی کی ہے۔ (خاکسار عرض کرتا ہے کہ آجکل سنہ ۱۹۷۹ بکرمی ہے) اور میں نے سُنا ہے کہ والد صاحب کی عمر میری ولادت کے وقت کم و بیش اٹھارہ سال کی تھی۔ خاکسار عرض کرتا ہے۔ سنہ ۱۹۱۳ بکرمی والی روایت زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ دوسرے قرائن اس کے مؤید ہیں۔ نیز یہ بات بھی کہ ہندو عموماً جنم پتری کی حفاظت میں بہت ماہر ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے مرزا سلطان احمد صاحب کی پیدائش ۱۸۵۶ء کے قریب کی بنتی ہے۔ اور اگر اس وقت مرزا صاحبؑ کی عمر اٹھارہ ۱۸ سال سمجھی جاوے تو آپ کا سنہ ولادت وہی ۱۸۳۷ء کے قریب پہنچتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ۱۸۳۶ء والی روایت صحیح ہے۔ اس کا ایک اور بھی ثبوت ہے اور وہ یہ کہ حضرت صاحب نے لکھا ہے۔ (دیکھو التبلیغ و آئینہ کمالات اسلام) اور بیان بھی فرمایا کرتے تھے۔

کہ میری والدہ صاحبہ فرمایا کرتی تھیں۔ کہ ہمارے خاندان کے مصیبت کے دن تیری ولادت کے ساتھ پھر گئے تھے۔ اور فراخی میسر آگئی تھی۔ اور اسی لئے وہ میری پیدائش کو مبارک سمجھا کرتی تھیں۔ اب یہ قطعی طور پر یقینی ہے۔ کہ راجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ میں ہی خاندان کے مصائب کے دن دور ہو کر فراخی شروع ہو گئی تھی۔ اور قادیان اور اسکے ارد گرد کے بعض مواضعات دادا صاحب کو راجہ رنجیت سنگھ نے بحال کر دیئے تھے۔ اور اپنے ماتحت دادا صاحب کو معزز فوجی عہدہ بھی دیا تھا۔ اور راجہ کے ماتحت دادا صاحب نے بعض فوجی خدمات بھی سرانجام دی تھیں۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت صاحب کی پیدائش بہرحال راجہ رنجیت سنگھ کی موت یعنی ۱۸۳۹ء سے کچھ عرصہ پہلے ماننی پڑیگی۔ لہٰذا اس طرح ۱۸۳۶ء والی روایت کی تصدیق ہوتی ہے۔ وھو المراد ۔ روایت بالکل صاف ہے تشریح کی ضرورت نہیں ۔

مخالفین کی شہادتیں

(۱) ایڈیٹر زمیندار مسٹر ظفر علیخاں کے والد نے اخبار زمیندار میں آپکی وفات پر لکھا تھا۔ کہ "مرزا غلام احمد صاحب ۱۸۶۰ء یا ۱۸۶۱ء کے قریب ضلع سیالکوٹ میں محرر تھے۔ اسوقت آپکی عمر ۲۲ یا ۲۴ سال ہوگی۔ اور ہم چشمہ یہ شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں نہایت صالح اور متّقی اور بزرگ تھے" اس شہادت کی رو سے بحساب قمر ۷۴ سال کی عمر بنتی ہے۔

(۲) مولوی محمد حسین بٹالوی اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ ۱۸۹۳ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت لکھتے ہیں:-

"۶۳ برس کا تو وہ ہو چکا ہے" اس تحریر کے بعد آپ چودہ ۱۴ برس زندہ رہے۔ جس حساب سے آپکی عمر ۷۸ سال کی بنی۔

(۳) ٹھیک اسی طرح مولوی ثناء اللہ صاحب کے اپنے بیانات اتنے مفید ہیں۔ کہ بیرونی شہادت اتنی مفید نہیں کیونکہ مدعا علیہ کے بیان کے متعلق یہ مثل ہے۔ جو بہت صحیح ہے۔ قضی الرجل علیٰ نفسہٖ (آدمی نے خود اپنے اوپر ڈگری کر لی) پس اس اصول کے ماتحت ہم مولوی ثناء اللہ صاحب کے اقوال بطور شہادت پیش کرتے ہیں جن سے ہمارا دعویٰ باسانی ثابت ہو سکے

پہلا بیان ملاحظہ ہو اہلحدیث مورخہ ۳۔ مئی ۱۹۰۷ء۔ "مرزا صاحب کہہ چکے ہیں۔ کہ میری موت عنقریب اسّی سال کے کچھ نیچے اوپر ہے جس کے سب زینے غالباً آپ طے کر چکے ہیں"

دوسرا بیان تفسیر ثنائی مطبوعہ ۱۸۹۹ء حاشیہ صفحہ ۱۰۴ "مرزا صاحب کی عمر اسوقت ستر سال سے متجاوز تھی" اس بیان کے مطابق آپکی عمر ۷۹ سال ہوئی

تیسرا بیان اہلحدیث مورخہ ۳۱۔ جولائی ۱۹۰۸ء صفحہ ۳ کالم ۲ "چنانچہ خود مرزا کی عمر بقول اسکے پچھتر سال کی ہو گئی" اسی طرح صفحہ ۴ پر پچھتر سال کی تصدیق ہے جو الہام کے عین مطابق ہے۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں ۔ زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہِ کنعاں کا

فیصلہ کا ایک آسان طریق

مولویصاحب انہی الہامات پر متعدد بار لکھ چکے ہیں اور ہماری طرف سے بھی کئی بار ان کے جوابات شائع ہوئے۔ مگر مولوی صاحب پھر وہی اعتراض کیئے جاتے ہیں۔ اس لئے اب فیصلہ کا ایک آسان

طریق پیش کرتے ہیں جو صحابہ کے طرزِ عمل سے معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ مباہلہ ہے جیسا کہ ابو داؤد جلد اوّل مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۳۳۳ باب فی عدۃ الحامل میں لکھا عبد اللہ رضی اللہ کا قول آیا ہے: "عن عبد اللہ قال من شاء لاعنتہ لانزلت سورۃ النساء القصری بعد الاربعۃ الاشہر و عشرا" عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ آپ نے کہا جو شخص چاہے میں اس سے مباہلہ کے لئے تیار ہوں۔ اصل بات یہی ہے کہ سورہ طلاق سورہ بقرہ کے بعد نازل ہوئی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"انبیاءؑ اور ملہمین صرف وحی کی سچائی کے ذمہ وار ہوتے ہیں۔ اپنے اجتہاد کے کذب اور خلاف واقعہ نکلنے سے وہ ماخوذ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہ اپنی رائے ہے نہ کہ خدا کا کلام" (اعجاز احمدی صفحہ ۸)

اور حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات ان تینوں شہادتوں میں جن پر اعتراض کیا گیا ہے۔ مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) کذبوا بآیاتنا وکانوا بہا یستہزؤن فسیکفیکہم اللہ ویردھا الیک لا تبدیل لکلمات اللہ ان ربک فعال لما یرید انت معی وانا معک عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا۔

(۲) عمر کے متعلق عربی میں الہام ثمانین حولا او قریبا من ذلک او نزید علیہ سنینا وتریٰ نسلا بعیدا۔

(۳) اسی طرح احمد بیگ اور اسکے داماد کی ہلاکت کے متعلق الہام کہ وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائیگا۔

ان الہامات کو اگر مولوی ثناء اللہ صاحب خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں سمجھتے اور سمجھتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ خدا تعالیٰ پر افترا کیا ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف جھوٹ منسوب کیا ہے تو میں بھی عبد اللہ رضی اللہ عنہ[له] کی طرح کہتا ہوں۔ کہ یہ الہامات خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ پر افترا نہیں کیا۔ اگر مولوی صاحب بھی یقین رکھتے ہیں کہ یہ خدا تعالیٰ پر افترا کیئے گئے ہیں تو میں ان کو مباہلہ کی دعوت دیتا ہوں۔ وہ مباہلہ کے لئے تیار ہوں اور پھر خدا تعالیٰ کی قدرت کا تماشا دیکھیں۔ مگر کیا مولوی صاحب اس دعوت کو منظور کرنیکے لئے تیار ہونگے۔ تجربہ کہتا ہے نہیں ہرگز نہیں اس دعوت کو قبول کرنا مولوی صاحب کے لئے موت کو اپنے ہاتھوں خریدنا ہے۔

قولہ:۔ مرزا صاحب نے ایک ضمنی پیشگوئی بھی فرمادی ہے۔ "مخالفوں کے ہر الزام سے تجھے بری کرونگا" اور الزام تو رہے بجائے خود۔ خود پر یہ الزام عمر کا بھی بحال رہا۔

اقول:۔ آخری فقرہ تو آپ پر صادق آتا ہے۔ کیونکہ آپ نے جو حضرت مسیح موعودؑ پر عمر کے متعلق الزام لگایا ہے اس سے آپ خود ملزم ثابت ہوئے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ اپنی عمر کے معاملے میں خود جناب والا کی تحریرات کی رو سے بری ثابت ہوئے ہیں

[له] عبد اللہ بن مسعودؓ کا قول ایک فرعی مسئلہ کے متعلق ہے مگر ہم جس مسئلہ کے متعلق مباہلہ کرنیکو کہتے ہیں۔ وہ فروعی نہیں اصولی مسئلہ ہے۔
شمس

اور الہام کے مطابق عمر پائی ہے۔ اسی طرح آپ دوسرے الزامات سے بھی بری کیئے گئے۔ کوئی نہیں ہے جو آپ پر صحیح الزام لگا سکے۔ جھوٹ جو چاہے بکتا رہے۔ زبان کسی کی کوئی نہیں پکڑ سکتا۔ پھر آپکا الہام ہے لا نبقی لک من المخزیات ذکرا۔ دیکھو وہ وقت آئیگا۔ کہ مولوی ثناءاللہ اور دوسرے مخالفین کی کتب جن میں آپ پر جھوٹے الزامات اور اتہامات اور تمسخر کیئے گئے ہیں۔ ردّی سمجھی جائینگی۔ کیا نہیں معلوم کہ آنحضرت صلعم کے خلاف کس قدر اشعار پڑھے جاتے تھے۔ جن میں آپکو گندی گالیاں دی جاتی تھیں۔ اور آپکے متبعین اور آپکے رشتہ داروں کی بیویوں کا نام لیکر عشقیہ اشعار پڑھے جاتے تھے۔ مگر وہ آج قصائد کہاں گئے اور کیوں نہیں پڑھے جاتے۔ اسی طرح مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے خلاف کتابوں میں جس قدر الزامات درج ہیں۔ وہ کتابیں کوئی نہیں دیکھیگا اور جس قدر آپ پر الزامات لگائے گئے ہیں بالکل مٹا دیئے جائینگے۔

ساتویں شہادت

خلاصہ اعتراض:۔ مولویصاحب ازالہ اوہام صفحہ ۶۹۲ و ۶۹۳ کی عبارت نقل کرکے لکھتے ہیں:۔

”کہ اس بیان میں جناب مرزا صاحب نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے درمیانی زمانہ کو چودہ سو برس سے کچھ زیادہ قرار دیا ہے کیونکہ چودہ سو برس بعد کا لفظ چودہ سو پر زیادتی چاہتا ہے“ پھر تحفہ گولڑویہ کی عبارت کے متعلق لکھتے ہیں:۔

”حالانکہ پہلے بیان میں تیرہ سو برس ختم ہوکر چودھویں صدی کے سر پر آنا لکھا ہے اس دوسرے بیان میں معلوم ہوتا ہے۔ کہ مرزا صاحب ایکسَو سال قبل از وقت (بیفور ٹائم) تشریف لے آئے۔ کیونکہ اس بیان کے مطابق مسیح موعود کی تشریف آوری کا وقت چودہ سو سال کے بعد ہے۔ اور آپ چودھویں صدی کے شروع میں آئے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ آپ ایکسو سال پہلے تشریف لائے ہیں“

جواب:۔ یہ اعتراض محض عدم تعمق کا نتیجہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے یہ کہیں نہیں لکھا۔ کہ مسیح موعودؑ بھی چودہ سو سال کے بعد آئیگا۔ اور نہ ہی آپکا یہ منشاء ہے۔ کہ آپؑ اپنے لئے چودہ سو برس کا عرصہ بعد آنحضرت صلعم ثابت کریں۔ بلکہ مسیح محمّدی کے لئے چودھویں صدی میں آنا ضروری قرار دیتے ہیں جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:۔

(۱) ”ضرور تھا کہ آخری خلیفہ اس اُمّت کا مسیح ابن مریمؑ کی صورت مثالی پر آوے۔ اور اس زمانہ میں آوے کہ جو اُس وقت سے مشابہ ہو جس وقت میں بعد حضرت موسیٰؑ کے مسیح ابن مریم آئے تھے یعنی چودھویں صدی میں یا اسکے قریب“ ازالہ ص ۱۷۷

(۲) ”اس لحاظ سے کہ حضرت مسیحؑ حضرت موسیٰؑ سے چودہ سو برس بعد آئے یہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ مسیح موعودؑ کا اس زمانہ میں ظہور کرنا ضروری ہوا“ (شہادت القرآن ص ۶۹) پھر آپؑ دونو زمانوں میں فرق بتاتے ہیں:۔

”جس طرح حضرت مسیحؑ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قریباً چودہ سو برس بعد آئے تھے۔ اس مسیح موعودؑ نے بھی چودھویں صدی کے سر پر ظہور کیا“ (شہادت القرآن صفحہ ۲۷-۲۸)

اسی کے ساتھ اب تحفہ گولڑویہ کی عبارت ملا کر پڑھیں جو یہ ہے:۔

"تیسری مشابہت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے میری یہ ہے۔ کہ وہ ظاہر نہیں ہوئے جبتک حضرت موسیٰؑ کی وفات پر چودھویں صدی کا ظہور نہیں ہوا۔ ایسا ہی میں بھی آنحضرت صلعم کی ہجرت سے چودھویں صدی کے سر پر مبعوث ہوا ہوں" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۷ طبع اوّل)

اس میں بھی آپنے اپنا زمانہ چودھویں صدی کا سر قرار دیا ہے اور مسیح ناصریؑ کا زمانہ چودھویں صدی کا ظہور۔ اور یہ اسوقت پر بھی صادق آتا ہے جبکہ چودھویں صدی پوری ہو چکی ہو۔ جیسا کہ ازالہ اوہام کی عبارت "اور وہ زمانہ حضرت موسیٰؑ سے چودہ سو برس بعد تھا" سے ظاہر ہے۔

پھر ازالہ کی عبارت مندرجہ صفحہ ۶۹۲ سے اعتراض کرنا اپنی حماقت کا ثبوت دینا ہے۔ کیونکہ اوّل تو اسمیں زیادہ توجہ جس بات پر زور دیا گیا ہے وہ زمانہ میں مشابہت نہیں ہے۔ بلکہ زمانہ مشابہت اصل بات کے لئے تائیدی طور پر ہے جیسا کہ آپکی عبارت سے ظاہر ہے۔

"اور منجملہ ان علامات کے جو اس عاجز کے مسیح موعود ہونیکے بارے میں پائی جاتی ہیں۔ وہ خدمات خاصہ ہیں جو اس عاجز کو مسیح ابن مریم کی خدمات کے رنگ میں سپرد کی گئی ہیں۔ کیونکہ مسیحؑ اسوقت یہودیوں میں آیا تھا کہ جب توریت کا مغز اور بطن یہودیوں کے دلوں پر سے اٹھایا گیا تھا۔ اور وہ زمانہ حضرت موسیٰؑ سے چودہ سو برس بعد تھا۔ کہ جب ابن مریم یہودیوں کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا تھا۔ پس ایسے ہی زمانہ میں یہ عاجز آیا کہ جب قرآن کریم کا مغز اور بطن مسلمانوں کے دلوں پر سے اٹھایا گیا۔ اور یہ زمانہ بھی حضرت مثیل موسیٰؑ کے وقت سے اسی زمانہ کے قریب قریب گذر چکا ہے۔ جو حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے درمیان میں زمانہ تھا" (ازالہ اوہام صفحہ ۶۹۲ - ۶۹۳)

اس عبارت سے ظاہر ہے۔ کہ زمانہ میں مشابہت کا ذکر تائیدی طور پر ہے۔ دوسرے فقرہ "اسی زمانہ کے قریب قریب گذر چکا ہے" میں لفظ قریب قریب اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ بعینہٖ اتنا ہی زمانہ مراد نہیں بلکہ کم مراد ہے جس کو دوسری جگہ آپنے چودھویں صدی کا ابتدا قرار دیا ہے۔ پس لفظ چودھویں صدی میں مسیح محمدیؑ اور مسیح ناصریؑ شریک ہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ آپنے ایک جگہ چودھویں صدی میں اور دوسری جگہ چودہ سو برس بعد کیوں لکھا ہے۔ تو وہ یہودیوں اور عیسائیوں کے حساب میں اختلاف کی بنا پر ہے۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:۔

"اگرچہ عیسائیوں نے یہ غلطی سے لکھا ہے۔ کہ یسوع مسیح حضرت موسیٰ کے بعد پندرھویں صدی میں ظاہر ہوا تھا۔ مگر یہ انہوں نے غلطی کی ہے۔ یہودیوں کی تاریخ سے بالاتفاق ثابت ہے۔ کہ یسوع یعنی حضرت عیسیٰؑ موسیٰؑ کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا تھا۔ اور وہی قول صحیح ہے۔ اگرچہ مشابہت کے ثابت کرنیکے لئے پوری مطابقت ضروری نہیں ہوا کرتی۔ جیسا کہ اگر کسی آدمی کو کہیں کہ یہ شیر ہے۔ تو یہ ضروری نہیں کہ شیر کی طرح اسکے پنجے اور کھال ہو۔ اور دُم بھی ہو۔ اور

آواز بھی شیر کی رکھتا ہو۔ بلکہ ایک شخص کو دوسرے کا مثیل ٹھہرانے میں ایک حد تک مشابہت کافی ہوتی ہے پس اگر عیسائیوں کا قول قبول کرلیں۔ کہ حضرت عیسیٰ حضرت موسیٰؑ سے پندرھویں صدی میں ہوئے تھے تاہم مضائقہ نہیں۔ کیونکہ چودھویں اور پندرھویں صدی باہم ملحق ہیں۔ اور اس قدر فرق زمانہ کا مشابہت میں کچھ حرج نہیں ڈالتا۔ مگر ہم اسجگہ یہودیوں کے قول کو ترجیح دیتے ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ کہ یسوع یعنی حضرت عیسیٰ حضرت موسیٰؑ کے بعد عین چودھویں صدی میں مدعی نبوت ہوا تھا۔ کیونکہ انکے ہاتھ میں جو عبرانی توریت ہے وہ بہ نسبت عیسائیوں کے تراجم کے صحیح ہے" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم حاشیہ صفحہ ۱۸۷)

پھر اسی طرح تذکرۃ الشہادتین میں فرماتے ہیں:۔ "تمام فرقے یہودیوں کے اس بات پر متفق ہیں۔ کہ عیسیٰ بن مریم نے جس زمانہ میں دعویٰ نبوت کیا۔ وہ زمانہ حضرت موسیٰؑ سے چودھویں صدی تھی۔ اور عیسائیوں میں سے پروٹسٹنٹ مذہب والے خیال کرتے ہیں۔ کہ پندرھویں صدی موسوی سے کچھ سال گذر چکے تھے۔ جب حضرت عیسیٰؑ نے دعویٰ نبوت کیا اور پروٹسٹنٹ کا قول یہودیوں کے متفق علیہ قول کے مقابل پر کچھ چیز نہیں۔ اور اگر اسکی صحت بھی مان لیں۔ تو اسقدر قلیل فرق سے مشابہت میں فرق نہیں آتا۔ بلکہ مشابہت ایک قلیل فرق کو چاہتی ہے" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ)

پس حضرت مسیح موعودؑ خود ہی اس بات کا اقرار کرتے ہیں۔ کہ درمیانی عرصہ حضرت موسیٰؑ و حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں یہودیوں اور عیسائیوں میں اختلاف ہے۔ یہودی حضرت عیسیٰؑ کا ظہور چودھویں صدی بتاتے ہیں۔ اور عیسائی پندرھویں صدی بتاتے ہیں۔ مگر اس میں حضرت مسیح موعودؑ یہودیوں کے حساب کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ اور واقعی انہی کا حساب قابل اعتبار ہے۔ کیونکہ یہود ہی اسوقت تمام مذہبی امور کے حامل تھے۔

پھر چودہ سو برس بعد کے الفاظ پر اگر غور کیا جائے تو یہ ثابت نہیں کرتا کہ چودہ سو برس پر کچھ زائد عرصہ تھا۔ بلکہ چودھویں صدی کے اگر کچھ سال باقی بھی ہوں تو چودہ سو برس بعد بول سکتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

"یہ محاورہ ہر ایک قوم کا ہے۔ کہ مثلاً وہ کسی صدی کے آخری حصے کو جسپر گویا صدی ختم ہونیکے حکم میں ہے دوسری صدی پر جو اسکے بعد شروع ہونیوالی ہے اطلاق کر دیتے ہیں"

پس چودہ سو برس بعد کا لفظ بھی اس محاورہ کی رُو سے چودہ سو برس زیادتی کو نہیں چاہتا۔ اور اگر زیادتی کو تسلیم بھی کیا جائے تو اس کا جواب حضرت مسیح موعودؑ خود فرما چکے ہیں۔ کہ قلیل فرق مشابہت کو باطل ثابت نہیں کرتا۔

اور ۱۵۱۴ والے حساب کو خود محققین عیسائیوں نے باطل کیا ہے۔ مثلاً پادری اکبر مسیح نے منارۃ البیضاء میں اور مورخ گبن نے اپنی تاریخ میں اور بریٹنی انسائیکلوپیڈیا بیلیکا میں بھی اس حساب کی تردید کی گئی ہے۔

پس حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات میں چودہ سو برس بعد کا لفظ اگر زیادتی کو چاہتا ہے تو اتنی زیادتی اس سے مراد لیجائیگی۔ جو مخل مشابہت نہیں۔ جیسا کہ آپکی دوسری تحریرات اسکو ظاہر کر رہی ہیں۔ کسی کلام کو قائل کے منشاء کے مطابق لینا چاہیئے۔

قولہ ۔ دوسری تردید:۔ مذکورہ بالا تردیدی بیان کے سوا ایک بیان مرزا صاحب کا ایسا صاف ہے جو ان دو کے مخالف ہے۔ آپ ایک جگہ مسلمانوں کو سمجھاتے ہیں۔

"اگر خدا تعالیٰ کو ابتلاء خلق اللہ منظور نہ ہوتا اور ہر طرح سے کھلے کھلے طور پر پیشگوئی کا بیان کرنا ارادہ الٰہی ہوتا۔ تو پھر اس طرح بیان کرنا چاہیئے تھا۔ کہ اے موسیٰ میں تیرے بعد بائیسویں صدی میں ملک عرب میں بنی اسماعیل سے ایک نبی پیدا کرونگا جس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا" (ازالہ اوہام طبع اوّل صفحہ ۲۷۸)

اس بیان میں مرزا صاحب نے صاف تسلیم کیا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ کے بعد سرور کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) پوری اکیس صدیاں گذار کر بائیسویں صدی میں پیدا ہوئے تھے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ اور سرور کائنات کا درمیانی زمانہ کتنا ہے۔ کچھ شک نہیں آنحضرت کی ولادت عیسوی سنہ کے حساب سے ۲۲۔ اپریل ۵۷۱ء کو ہوئی اور بعثت رسالت ۱۲۔ فروری ۶۱۱ء کو ہوئی تھی۔ یہ چھ سو سال اکیس صدیوں سے نکال دیں تو حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کا درمیانی زمانہ پندرہ سو سال رہتا ہے۔ پس نتیجہ صاف ہے۔ کہ مرزا صاحب اپنے ہی بیان کے مطابق مقررہ وقت پر نہیں آئے۔

اقول:۔ کسی بھوکے سے کسی نے پوچھا دو اور دو کہا چار روٹیاں۔ اسی طرح مولوی صاحب کا حال ہے۔ پندرہ سو سال کا عرصہ تو حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کے درمیان کا بنا اور نتیجہ یہ نکالا کہ حضرت مسیح موعودؑ وقت مقررہ سے پہلے آگئے۔ یہ تو تب تھا کہ آپ مسیح محمدی کے لئے بھی پندرہ سو برس بعد آنحضرتؐ کا زمانہ قرار دیتے۔ جب ایسا نہیں تو یہ نتیجہ کیسے نکلا لیجئے اب ہم آپ کی غلطی بتاتے ہیں۔ اصل وجہ یہ ہے۔ کہ موجودہ سنہ جو عیسائیوں میں رائج ہے۔ یہ مسیح کی پیدائش سے نہیں ہے بلکہ بحساب یہود ایک سو سال بعد شروع کیا گیا ہے جیسا کہ مؤرخ گبن نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ کہ یہودیوں کے نزدیک یسوع کی پیدائش عیسائیوں کے درمیان تسلیم شدہ تاریخ سے قریباً ایک سو سال بعد واقع ہوئی تھی۔ عیسائیوں کے نزدیک حضرت مسیحؑ حضرت موسیٰؑ سے ۱۴۵۰ سال بعد پیدا ہوئے۔

پس اس حساب کی رو سے یہ معلوم ہوا کہ یہود نے سنہ عیسوی سے قریباً ایک سو سال پہلے سنہ ولادت مسیح قرار دیا ہے۔ جس کی بنا پر درمیانی عرصہ مابین مسیحؑ و آنحضرت صلعم سات سو سال سے کچھ زائد بنتا ہے۔ اسی طرح جان ڈیون پورٹ صاحب لکھتے ہیں۔ کہ ابتدائے سنہ چھ سو عیسوی تک سال ولادت خداوند یسوع معلوم نہ تھا کہ بعض تاریخی واقعات میں بکار آمد ہوتا۔ یہانتک کہ اکری کس دونیسی اس اگزگس اس اونی نے سال عیسوی کو رواج دیا۔ یہی صاحب لکھتے ہیں کہ قسطنطین بادشاہ کے عہد میں یو نیسی بیوس اور ٹرٹیلین کی معرفت مسیح کی پیدائش سنہ ابتدائے عالم سے ۳۹۹۹ قرار دیئے گئے"

اس حساب کی رو سے بھی درمیانی عرصہ مابین آنحضرتؐ اور حضرت عیسیٰؑ سات سو برس سے کچھ زائد بنتا ہے۔ کیونکہ ابتدائے عالم سے آنحضرت صلعم تک ۴۷۴۰ سال ہیں۔ تو ۳۹۹۹ کو ۴۷۴۰ سے منہا کرنے پر ۷۴۱ سال بنتے ہیں۔ اسی طرح

اگر موجودہ بائیبل کا حساب بھی لیا جائے تو پھر بھی درمیانی عرصہ مابین آنحضرت ؐ و مسیح ناصری ۶۰۰ سے زیادہ ہوتا ہے کیونکہ ۴۷۴۰ سے جو مدت بعد ہبوط آدم آنحضرت ؐ تک ہے ۴۰۰۰ کو جو پیشتر مسیحؑ حضرت آدم تک ہے نکالا جائے تو ۷۳۶ باقی بچتے ہیں۔ اور اسی طرح بحر المحیط لابی الحیان جلد ۳ صفحہ ۲۵۴ میں درمیانی عرصہ مابین مسیح ناصری و آنحضرت ؐ ایک قول سات سو سال کے متعلق آیا ہے۔

اب ترتیب وار ہم اکیس صدیوں سے اس مدت کو نکالیں تو حضرت موسیٰؑ و عیسیٰؑ کی درمیانی مدت نکل آئیگی۔ پہلے اور آخری حساب کی رو سے سات سو اکیس سے سو نکالے جائیں تو ۱۴۰۰ سال باقی نکلینگے اور دوسرے حساب کی رو سے بھی ۷۴۱ اکیس صدیوں سے نکالیں ۱۳۵۹ باقی بچتے ہیں۔ اور تیسرے حساب کی رو سے یعنی ۷۳۶ نکالیں تو ۱۳۶۴ باقی رہتے ہیں۔ ان حسابات کی رو سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مسیح ناصریؑ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد چودھویں صدی میں ظہور پذیر ہوئے۔ پھر بعض حسابات کی رو سے تو ۱۳۰۳ سال بھی ہو جاتا ہے۔ پس جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام چودھویں صدی میں ظہور پذیر ہوئے اسی زمانہ کے قریب قریب یعنی چودھویں صدی میں آنحضرت صلعم کے بعد مسیح موعودؑ مبعوث ہوئے۔ فثبت المدعا

مولوی صاحب کو چاہیئے تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام تحریروں کو مدنظر رکھتے اور پھر کوئی وجہ معقول اعتراض کی ہوتی تو اعتراض کرتے بھی اچھے معلوم ہوتے۔ ایسی باتوں پر اعتراض کرنا جہالت و نادانی ہے۔

آٹھویں شہادت

قولہ:۔ اب تو یہ مضمون صاف ہو گیا۔ کہ مرزا صاحب کا اقرار ہے۔ کہ عیسیٰ موعود دنیا کی عمر سے چھٹے ہزار سال میں آئینگے۔

اقول:۔ ناظرین یاد رکھیں یہاں مولویصاحب نے اقرار کیا ہے۔ کہ عیسیٰ موعودؑ چھٹے ہزار سال میں آئینگے۔ مگر آگے چلکر مولویصاحب آئینگے کے لفظ سے غلطی کھائینگے۔ اور یہ غلطی یا تو عدم تعمق کا نتیجہ ہے۔ یا جان بوجھ کر مغالطہ دینا مقصود ہے۔ مولوی صاحب خلاف منشاء مسیح موعودؑ آئینگے کے لفظ سے یہ سمجھتے ہیں۔ کہ دعوئے مسیحیت چھٹے ہزار کے آخر میں کرینگے۔ جیسا کہ مولویصاحب تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۲ اور ازالہ اوہام صفحہ ۱۸۵ [۲] کی عبارات نقل کر کے لکھتے ہیں:۔

---

[۱] مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے قول " اس پر پہلے میں نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں لکھا تھا یعنی یہ کہ میں اسم احمد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک ہوں " پر حاشیہ میں لکھا ہے۔ " شریک نہیں بلکہ اصل مصداق تھا " (ازالہ صفحہ ۶۷۳) اب دیکھو ازالہ صفحہ ۶۷۳ کی عبارت جو یہ ہے " محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی۔ محمد اور عیسیٰؑ اپنے جمالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں اسی کی طرف یہ اشارہ ہے ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہٗ احمد مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں یعنی جامع جلال و جمال ہیں " اس سے ظاہر ہے کہ احمد نام میں حضرت مسیح موعودؑ آنحضرت صلعم کے شریک ہیں۔ - شمس

[۲] حضرت مسیح موعودؑ کے قول " اور وہ یہ نام ہے غلام احمد قادیانی اس نام کے عدد پورے تیرہ سو ہیں " پر مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ نام کے ساتھ مقام کی نسبت کیوں کی۔ مگر کوئی عقلمند بتائے کہ امتیاز کے لئے مقامی نسبت کیا نہیں لی جاتی؟ آپکا نام تو ثناء اللہ ہے مگر امتیازی نام ثناء اللہ امرتسری ہے۔ پس حضرت مسیح موعودؑ کے نام میں نشان ہے کہ آپ کے وقت کوئی بھی دنیا بھر میں " غلام احمد قادیانی " نام کا نہیں پایا جاتا تھا جس میں مقام کی نسبت اس لئے بھی ضروری تھی کیونکہ مہدی کے آنے کی جگہ کدعہ قرار دی گئی تھی۔ - منہ

"کہ جناب مرزا صاحب کی بعثت چھٹا ہزار ختم ہو کر ساتویں ہزار میں سے باون سال گذر کر ہوئی۔ لہٰذا بقول آپکے آپ مسیح موعود نہیں"

مگر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی تحریرات سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کا قطعاً یہ منشاء نہیں۔ کہ مسیح موعودؑ چھٹے ہزار میں مسیحیت کے دعویٰ پر مامور ہونگے۔ بلکہ آپ فرماتے ہیں۔ کہ مسیح موعودؑ کی پیدائش چھٹے ہزار کے آخر میں ہوگی۔ ملاحظہ ہو:۔

(۱) "خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر فرمایا ہے کہ سورۃ العصر کے حروف حساب جمل کی رو سے ابتدائے آدم سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک جس قدر برس گذری ہیں۔ انکی تعداد ظاہر کرتے ہیں۔ سو سورہ ممدوحہ کی رو سے جب اس زمانہ تک حساب لگایا جاوے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ اب ساتواں ہزار لگ گیا ہے۔ اور اسی حساب کی رو سے میری پیدائش چھٹے ہزار میں ہوئی ہے" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۰۱)

پھر فرماتے ہیں:۔ (۲) "اور ساتھ ہی یہود و نصاریٰ کی وہ پیشگوئی جو بائیبل میں سے استنباط کی گئی ہے اسکی مؤید ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ مسیح موعودؑ آدمؑ کی تاریخ پیدائش سے چھٹے ہزار کے آخر میں پیدا ہوگا۔ چنانچہ قمری حساب کی رو سے جو اصل حساب اہل کتاب کا ہے میری ولادت چھٹے ہزار کے آخر میں تھی۔ اور چھٹے ہزار کے آخر میں مسیح موعودؑ کا پیدا ہونا ابتدا سے ارادہ الٰہی میں مقرر تھا۔ کیونکہ مسیح موعودؑ خاتم الخلفاء ہے۔ اور آخر کو اوّل سے مناسبت چاہیئے اور چونکہ حضرت آدمؑ بھی چھٹے دن کے آخر میں پیدا کیئے گئے ہیں۔ اسلیئے بلحاظ مناسبت ضروری تھا۔ کہ آخری خلیفہ جو آخری آدم ہے وہ بھی چھٹے ہزار کے آخر میں پیدا ہو" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۰۱)

(۳) "از انجملہ ایک یہ ضروری تھا کہ آنیوالا ابن مریم الف ششم کے آخر میں پیدا ہوتا" (ازالہ اوہام صفحہ ۶۹۳)

(۴) "خدا نے مسیح موعودؑ کو الف ششم کے آخر میں پیدا کیا آدمؑ جوڑا تھا۔ اور بروز جمعہ پیدا ہوا تھا اسی طرح یہ عاجز بھی جو مسیح موعودؑ ہے جوڑا پیدا ہوا اور بروز جمعہ پیدا ہوا۔" (لیکچر سیالکوٹ)

مذکورہ بالا حوالجات سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ اپنے مامور ہونیکا زمانہ ہزار ششم قرار نہیں دیتے۔ بلکہ اپنی ولادت کا زمانہ چھٹا ہزار بتاتے ہیں جسے مولویصاحب ابتدا میں تسلیم کر آئے ہیں جیسا کہ نقل کیا ہے۔

"اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پانچویں ہزار میں پیدا ہوئے۔ اور مسیح موعودؑ کا چھٹے ہزار میں پیدا ہونا مقدر تھا۔ اس دعویٰ کو اس آیت سے ثابت کرتے ہیں جو سورہ جمعہ میں ہے۔ واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم۔ پھر فرماتے ہیں۔ کہ میں چونکہ چھٹے ہزار سال میں پیدا ہوا ہوں لہٰذا میں مسیح موعود ہوں" (شہادات مرزا)

واقعی یہی بات ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کی عبارات سے ثابت ہوتی ہے۔ اور یہی آپ کا مقصد ہے جسے ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ مسیح موعودؑ چھٹے ہزار کے آخر میں پیدا ہوگا۔ اور یہی پیدائش کے متعلق پہلی پیشگوئیوں میں لکھا ہوا تھا۔ پس مولویصاحب کو چاہیئے تھا کہ وہ متکلم کے منشاء کے مطابق کلام کے معنی کرتے۔ نہ یہ کہ ایک حصہ عبارت کا لیکر اور بقیہ عبارت سے چھوڑ کر خلاف منشاء متکلم غلط نتیجہ نکالکر عوام الناس کو مغالطہ دیتے۔

پھر ساتھ ہی اسکے ہم یہ بھی ظاہر کر دینا چاہتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مامور ہونیکا زمانہ ساتواں ہزار

بتایا ہے۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:۔

(۱) "طاعون جو ملک میں پھیل رہی ہے کسی اور سبب سے نہیں۔ بلکہ ایک سبب سے ہے۔ اور وہ یہ کہ لوگوں نے خدا کے اس مامور کا انکار کیا۔ جو تمام نبیوں کی پیشگوئی کے مطابق ساتویں ہزار میں ظاہر ہوا۔" (دافع البلاء)

(۲) فرماتے ہیں:۔ "اور اس آخری خلیفہ کیلئے یہ ضروری تھا۔ کہ آخری حصہ ہزار ششم میں آدم کی طرح پیدا ہو اور سن چالیس میں آنحضرت صلعم کی طرح سے مبعوث ہو۔ اور نیز صدی کا سر ہو۔" (تحفہ گولڑویہ حاشیہ صفحہ ۱۷۹)

(۳) فرماتے ہیں:۔ "اب ظاہر ہے کہ چاروں علامتیں ظہور میں آچکی ہیں۔ چنانچہ مدت ہوئی کہ ہزار ششم گذر گیا۔ اور اب قریباً پچاس سال اس پر زیادہ جا رہا ہے اور اب دنیا ہزار ہفتم کو بسر کر رہی ہے۔" (تحفہ گولڑویہ حاشیہ صفحہ ۱۵۵)

ان حوالجات سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ اپنے مامور ہونیکا زمانہ ساتواں ہزار سال بیان فرماتے ہیں۔ اور ایک جگہ تو آپ نے بالکل صاف بیان فرما دیا ہے۔ کہ مسیح موعودؑ کی پیدائش کا ہونا چھٹے ہزار میں تھا۔ نہ مامور ہونیکا زمانہ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:۔

"یاد رہے کہ اکثر صوفی جو ہزار سے بھی کوئی زیادہ ہیں۔ اپنے مکاشفات کے ذریعہ سے اس بات کی طرف گئے ہیں کہ مسیح موعودؑ تیرھویں صدی میں یعنی ہزار ششم کے آخر میں پیدا ہوگا۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب کا الہام "چراغ دین" جو مہدی موعود کی پیدائش کے بارے میں ہے صاف دلالت کرتا ہے کہ ظہور کا وقت ہزار ششم کا آخر ہو۔ اسی طرح بہت سے اکابر اُمت نے پیدائش مسیح موعودؑ کے لئے ہزار ششم کا آخر لیا ہے...... اللہ تعالیٰ نے سلسلۂ خلافت محمدیہ کو سلسلۂ خلافت موسویہ سے مشابہت دیکر خود ظاہر فرما دیا ہے کہ پیدائش مسیح موعودؑ ہزار ششم کے آخر میں ہے۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۸۵)

(۴) فرماتے ہیں:۔ "میری پیدائش اسوقت ہوئی تھی جب چھ ہزار میں گیارہ برس رہتے تھے۔" (تحفہ گولڑویہ ایڈیشن اول حاشیہ صفحہ ۹۵)

یہ عبارات صاف دلالت کرتی ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ اپنے مامور ہونیکا زمانہ ساتواں ہزار قرار دیتے ہیں۔ اور پیدائش مسیح موعودؑ کے لئے چھٹا ہزار قرار دیتے ہیں۔ پھر مولوی ثناء اللہ صاحب کا یہ لکھنا کہ "ساتویں ہزار کے باون سال گذرنے پر مرزا صاحب مبعوث ہوئے ہیں جو انکے لیٹ پہنچنے کی وجہ سے موجب فیل کے ہے۔" مغالطہ نہیں تو اور کیا ہے۔

اب ہم ان مغالطات کا جواب لکھتے ہیں۔ جو مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی عبارات سے عوام کو دینے چاہے ہیں۔

مغالطہ نمبر ۱۔ مولوی صاحب تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۲ ایڈیشن اول کی عبارت نقل کر کے لکھتے ہیں:۔ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام سے قمری حساب کی رو سے ۴۷۳۹ برس بعد پیدا ہوئے۔ اور شمسی حساب کی رو سے ۴۵۹۸ برس بعد" نقل کر کے لکھتے ہیں:۔ "اب مطلع صاف ہے۔ پس ہجرت سے پہلے تیرہ سال آنحضرتؐ مکہ معظمہ میں رہے۔ اسی حساب سے پورے تیرہ سو ہجری ہونیکے وقت آنحضرتؐ کا سنہ نبوت ۱۳۱۳ھ ہوتا ہے۔ یہ عدد قمری حساب ۴۷۳۹ میں ملائیں تو تیرھویں صدی کے آخر پر دنیا کی عمر ۶۰۵۲ سال ہوتی ہے۔"

اس عبارت میں اول تو مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی عبارت میں تحریف کی ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے:۔ "آنحضرت صلے اللہ

علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام سے قمری حساب کی رو سے ۴۷۳۹ برس بعد پیدا ہوئے" حالانکہ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب میں پیدا ہونیکا لفظ نہیں بلکہ مبعوث ہونیکا ہے۔ اصل عبارت یہ ہے "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام سے قمری حساب کی رو سے ۴۷۳۹ برس بعد ہی مبعوث ہوئے ہیں" (تحفہ گولڑویہ حاشیہ صفحہ ۱۵۰ ایڈیشن دوم)

(۲) "لیکن ہمارے ابو النوع آدم صفی اللہ کی پیدائش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تک یہی مُدت گذری تھی یعنی ۴۷۳۹ برس بحساب قمری اور ۴۵۹۸ برس بحساب شمسی" (تحفہ گولڑویہ حاشیہ صفحہ ۱۵۰ و ۱۵۱)

لفظ "بعثت" اور "ظہور" اور نیز "وقت تک" کے الفاظ سے مولویصاحب یہ سمجھتے ہیں کہ جب آنحضرت صلعم خدا کی طرف سے مامور ہوئے اسوقت ۴۷۳۹ برس تھی جیسا کہ حساب کرتے ہوئے بعد ماموریت قبل ہجرت کے تیرہ سال کو سنہ ۱۳۰۰ھ میں شمار کرنا بتلاتا ہے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت اور ظہور سے مراد آنحضرت صلعم کی وفات تک کا زمانہ ہے۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:۔ "مسیح ابن مریمؑ حضرت موسیٰؑ سے چودہ سو برس بعد پیدا ہوا۔ پس جبکہ اس اُمت کو بھی اپنے نبی صلعم کی بعثت کے عہد پر چودہ سو برس کے قریب گذر گیا ہے" (فتح اسلام)

ظاہر ہے کہ ان دونو فقروں میں ایک ہی مطلب ادا کیا گیا ہے جیسا کہ مولوی ثناءاللہ صاحب مرقع بابت دسمبر ۱۹۰۷ء کے صفحہ ۸ میں اپنے قلم سے تحریر فرماتے ہیں:۔ "حضرت مسیح حضرت موسیٰ کے انتقال کے چودہ سو برس بعد تشریف لائے۔ اسی بنا پر آپ فرماتے ہیں" کہ مرزا صاحب کو آنحضرت صلعم کے انتقال کے چودہ سو سال بعد تشریف لانی چاہئے" اس جگہ مولوی ثناءاللہ صاحب نے عہد بعثت سے مراد انتقال آنحضرت صلعم لیا ہے۔ پس اسی طرح یہاں بھی بعثت سے مراد آنحضرتؐ کی وفات تک کا عرصہ ہے۔ اسی کے نہ سمجھنے کی وجہ سے مولوی صاحب نے غلطی کھائی ہے۔

دوسری جگہ حضرت مسیح موعودؑ بالتصریح فرماتے ہیں:۔ "کہ خدا تعالیٰ نے مجھے کشف کے ذریعہ سے اطلاع دی ہے کہ سورۃ العصر کے اعداد سے بحساب ابجد معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام سے آنحضرت صلعم کے مبارک عصر تک جو عہد نبوت ہے یعنی تیئس برس کا تمام و کمال زمانہ یہ کُل مُدت گذشتہ زمانہ کے ساتھ ملاکر ۴۷۳۹ برس ابتدائے دنیا سے آنحضرت صلعم کے روز وفات تک قمری حساب سے ہیں" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۵۴ و ۱۵۵ ایڈیشن دوم)

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ مولوی صاحب نے جو بعثت اور ظہور کے لفظ سے سمجھا تھا۔ وہ بالکل غلط ہے۔ اس سے مراد آنحضرت صلعم کی وفات تک کا زمانہ تھا۔ نہ کہ مامور ہونے تک کا زمانہ۔ پس یہی ایک غلطی تھی جسکی وجہ سے مولویصاحب نے ہجرت سے پہلے کے تیرہ سال ۱۳۰۰ ہجری میں شامل کر کے ۶۰۵۲ سال حضرت مسیح موعودؑ کی ماموریت کا زمانہ بتایا تھا۔ اب ۶۰۵۲ سے ۲۳ سال آنحضرت صلعم کی وفات تک کے نکالدیں۔ تو ۶۰۲۹ برس رہ جاتے ہیں۔

مغالطہ نمبر ۲۔ دوسرا مغالطہ مولویصاحب نے یہ دیا ہے۔ کہ چھٹے ہزار میں حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت اور ظہور سے مراد مامور ہونیکا زمانہ مراد لیا ہے۔ یعنی سنہ ۱۳۰۰ ہجری اور یہ بھی محض عدم تعمق کا نتیجہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کی تحریرات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ قطعاً منشا نہیں۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کی ماموریت کا زمانہ چھٹے ہزار کا آخر ہے۔ بلکہ اس کی پیدائش کا زمانہ چھٹے ہزار کا آخر قرار دیتے ہیں اور ماموریت کا زمانہ ساتواں ہزار بتاتے ہیں جیسا کہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۰۱ اور ازالہ اوہام صفحہ ۶۹۳ اور لیکچر سیالکوٹ اور تحفہ گولڑویہ حاشیہ صفحہ ۱۷۹ اور حاشیہ صفحہ ۱۵۵ اور صفحہ ۱۸۵ کے حوالوں سے پہلے لکھا جا چکا ہے۔ اب سنئے بعثت اور ظہور سے آپ نے کیا مراد لی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"اور حاصل اس آیہ کریمہ یعنی وآخرین منھم کا یہی ہے۔ کہ دنیا میں زندہ رسول ایک ہی ہے یعنی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو ہزار ششم میں بھی مبعوث ہو کر ایسا ہی افاضہ کریگا۔ جیسا کہ ہزار پنجم میں وہ افاضہ کرتا تھا اور مبعوث ہونیکے اس جگہ یہی معنی ہیں۔ کہ جب ہزار ششم آئیگا اور مہدی موعودؑ اسکے آخر میں ظاہر ہوگا۔ تو گو بظاہر مہدی معہود کے توسط سے دنیا کو ہدایت نصیب ہوگی۔ لیکن دراصل آنحضرت صلعم کی قوّت قدسی نئے سرے اصلاح عالم کی طرف ایسی گرمی سے توجہ کریگی گویا آنحضرت صلعم دوبارہ ہو کر دنیا میں آگئے ہیں۔" (تحفہ گولڑویہ حاشیہ صفحہ ۹۴ و ۹۵)

اس حوالہ سے بعثت کے معنی معلوم ہوگئے اور یہ بھی معلوم ہوگیا۔ کہ مہدی معہودؑ ہزار ششم کے آخر میں ظاہر ہونگے اب ظہور کے معنی سنئے:۔

"اور چونکہ مومن کے لئے خدا تعالیٰ کی کتاب سے بڑھکر کوئی گواہ نہیں۔ اس لئے اس بات سے انکار کرنا کہ مسیح موعودؑ کے ظہور کا وقت ہزار ششم کا آخر ہے۔ خدا تعالیٰ کی کتاب سے انکار ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سلسلہ خلافت محمدیہ کو سلسلہ خلافت موسویہ سے مشابہت دیکر خود ظاہر فرما دیا ہے۔ کہ پیدائش مسیح موعودؑ ہزار ششم کے آخر میں ہے۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۵۸)

اس حوالہ سے معلوم ہوگیا کہ ظہور سے مراد بھی آپنے پیدائش ہی لی ہے۔ جیسا کہ آپ ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

"اور یہ اتفاقات عجیبہ میں سے ہے کہ یہ عاجز صرف ہزار ششم کے آخری حصہ میں پیدا ہوا جو مشتری سے وہی تعلق رکھتا ہے جو آدمؑ کا روز ششم یعنی اس کا آخری حصہ تعلق رکھتا تھا بلکہ یہ عاجز بروز جمعہ چاند کی چودھویں تاریخ میں پیدا ہوا ہے" (تحفہ گولڑویہ حاشیہ ۱۸۱)

(۲) "اس آخری خلیفہ کے لئے یہ ضرور تھا کہ آخر حصہ ہزار ششم میں آدم کی طرح پیدا ہو" (تحفہ گولڑویہ حاشیہ صفحہ ۱۷۹)

(۳) "اب جبکہ اس تمام تقریر سے ظاہر ہوا۔ کہ ضرور ہے۔ کہ آخر الخلفاء آدم کے نام پر آتا اور ظاہر ہے کہ آدم کے ظہور کے وقت روز ششم قریب عصر ہے۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ اور توریت سے بھی ثابت ہوتا ہے۔" (ازالہ صفحہ ۶۹۳)

پھر لکھتے ہیں:۔ "اس عاجز کو جو خدائے تعالیٰ نے آدم مقرر کر کے بھیجا اس کا یہ نشان رکھا۔ کہ الف ششم میں جو قائم مقام روز ششم ہے۔ یعنی آخری حصہ الف میں جو وقت عصر سے مشابہ ہے۔ اس عاجز کو پیدا کیا ..... اور ضرور تھا کہ وہ ابن مریم جس کا انجیل اور فرقان میں آدم بھی نام رکھا گیا ہے۔ وہ آدم کی طرز پر الف ششم کے آخر میں ظہور کرتا۔ سو آدم اوّل کی پیدائش سے الف ششم میں ظاہر ہونیوالا یہی عاجز ہے۔ بہت سی حدیثوں سے ثابت ہوگیا ہے۔ کہ بنی آدم کی عمر سات ہزار برس ہے۔ اور آخری آدمؑ پہلے آدم کی طرز ظہور پر الف ششم کے آخر میں جو روز ششم کے حکم میں ہے پیدا ہونیوالا ہے۔ سو وہ یہی ہے جو پیدا ہوگیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک"

اس حوالہ سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ظہور سے مراد پیدا ہونا لیا ہے۔ نہ زمانہ دعوئے مسیحیت۔ پھر اسی طرح اوّل فقرہ میں آدمؑ کا ظہور وقت روز ششم قریب عصر" لکھا ہے۔ اور وہی اس کی پیدائش کا وقت ہے جیسا کہ احادیث وغیرہ سے ظاہر ہے۔ پھر تحفہ گولڑویہ حاشیہ صفحہ ۱۸۱ میں لکھا ہے :- "اب چونکہ عصر کے وقت سے جب آدم پیدا کیا گیا۔ رات قریب تھی لہٰذا وہ وقت زحل کی تاثیر سے بھی کچھ حصہ رکھتا تھا۔ اور مشتری سے بھی فیضیاب تھا"

پس ظہور کا اور پیدائش کا ایک ہی وقت قرار دینے سے صاف ظاہر ہے۔ کہ آپ نے ظہور سے مراد بھی پیدائش ہی لی ہے خافہم پس حضرت مسیح موعودؑ کے چھٹے ہزار میں ظہور اور بعثت سے مراد پیدائش ہے نہ ماموریت کا زمانہ مگر مولوی ثناء اللہ صاحب نے ظہور اور بعثت سے ماموریت کا زمانہ سمجھا ہے جو تصنیف را مصنف نیکو کند بیان کے بالکل خلاف ہے۔ اس لئے اب ۶۰۲۹ سال سے جو مولوی صاحب کی پہلی ۲۳ سالہ غلطی کو دور کر کے باقی بچے تھے   ۴۰ سال جو حضرت مسیح موعودؑ کے مامور ہونے تک کا زمانہ ہے نفی کر دیں تو ۵۰۸۹ سال باقی رہینگے۔ جو حضرت مسیح موعودؑ کی پیدائش کا زمانہ ہے۔ اور آپکی تحریرات کے بالکل مطابق ہے۔ کیونکہ اس کی مطابقت آپکے دوسرے قول سے ہوتی ہے جو یہ ہے :-

۱۹۴ و ۱۹۵

"اس حساب کی رو سے میری پیدائش اسوقت ہوئی جب چھٹے ہزار برس میں گیارہ برس رہتے تھے" (تحفہ گولڑویہ حاشیہ) اب دیکھئے جب ۵۰۸۹ میں گیارہ کو جمع کیا جائے۔ تو پورے چھ ہزار ہوتے ہیں۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیدائش آپکی تحریرات اور پہلے بزرگان دین کی پیشگوئیوں کے مطابق چھٹے ہزار کے آخر میں ہوئی اور ماموریت ساتویں ہزار میں ہوئی جیسا کہ آپ فرماتے ہیں :- "چنانچہ مدت ہوئی کہ ہزار ششم گذر گیا اور اب قریباً اس پر پچاسواں سال زیادہ جا رہا ہے اور اب دنیا ہزار ہفتم کو بسر کر رہی ہے۔ اور صدی کے سر پر سے بھی سترہ برس گذر گئے ہیں" (تحفہ گولڑویہ طبع دوم حاشیہ صفحہ ۱۵۵)

پس اگر اسکے خلاف کوئی اور بات نکالے تو وہ تفسیر القول بما لا یرضیٰ بہ قائلہ کرتا ہے۔ جو کسی طرح قابل قبول نہیں ہے۔

ایک اور طرح سے

مولوی ثناء اللہ صاحب نے اسی غلطی کی بنا پر مطابق مشہور شعر خشت اول چون نہد معمار کج ؎ تا ثریا میرود دیوار کج۔ ایک اور طرح سے ثابت کرنا چاہا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ اپنے وقت پر چھٹے ہزار کے آخر میں مامور نہیں ہوئے اور مسیح موعودؑ کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ چھٹے ہزار میں مبعوث ہوں لہٰذا آپ مسیح موعود نہیں۔

سو اس کا جواب بھی وہی ہے۔ جو پہلے لکھا جا چکا ہے۔ کہ مسیح موعودؑ کی پیدائش چھٹے ہزار کے آخر میں ضروری تھی۔ مگر ہم ایک اور حساب کی رو سے ثابت کرتے ہیں۔ کہ مسیح موعودؑ کا ظہور چھٹے ہزار میں ہی ہوا ہے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔ "ماسوا اسکے چونکہ عرب کی عادت میں یہ داخل ہے کہ وہ کسور کو حساب سے ساقط رکھتے ہیں۔ اور مخل مطلب نہیں سمجھتے اس لئے ممکن ہے۔ کہ سات ہزار سے اس قدر زیادہ بھی ہو جائے جو آٹھ ہزار تک نہ پہنچے مثلاً دو تین سو برس اور زیادہ ہو جائیں" (تحفہ گولڑویہ حاشیہ ۱۵۳) پس اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ چھٹے ہزار میں پیدا ہوئے۔ اور چھٹے ہزار میں مامور ہوئے۔ پس آپکا یہ فرمانا کہ بعثت دوم آنحضرت صلعم کا چھٹے ہزار میں ہونا مقدّر تھا۔ سو وہ اسکے مطابق چھٹے ہزار میں ہوا۔

ایک اور طرح سے آنحضرت صلعم سے قبل حضرت آدم علیہ السلام تک درمیانی عرصہ کی مدت میں سخت اختلاف واقع ہوا ہی حضرت صاحبؑ نے تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶ طبع اوّل کے حاشیہ پر لکھا ہے۔ کہ "بعث دوم آخر ہزار ششم میں ہی اور ہزار ششم کا تعلق مشتری کے ساتھ ہی۔ جو کوکب ششم خنّس کنّس ہے۔ اگر منجمین کے حساب کو لیا جائے تو اسکی رُو سے سنہ ۱۳۰۰ھ تک ۵۰۰۰ سال بنتے ہیں۔ کیونکہ مؤرخین کے نزدیک ہبوط آدم سے لیکر ہجرت تک ۴۷۴۱ سال ہیں۔ اور منجمین کے نزدیک ۴۹ سال اس سے کم ہیں۔ تو ۴۷۴۱ سے ۴۴۹ نکالدیں۔ تو باقی ۴۲۹۲ ہوئے۔ پھر ۴۲۹۲ میں تیرہ سو سال جمع کریں تو ۵۵۹۲ سال حضرت مسیح موعودؑ کے دعوئے ماموریت کے وقت بنتے ہیں۔ پس حسابات کے مختلف ہوتے ہوئے اعتراض کرنا محض حماقت ہی۔ مگر اصل صحیح حساب وہی ہے۔ جو حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے۔ کیونکہ اسکی صحت کشف سے ہو گئی ہے۔

نویں شہادت

خلاصہ اعتراض۔ مولوی صاحب نے اعجاز احمدی صفحہ ۲ کی عبارت :۔ "آسمان نے بھی میرے لئے گواہی دی۔ اور زمین نے بھی۔ مگر دنیا کے اکثر لوگوں نے مجھے قبول نہ کیا۔ میں وہی ہوں۔ جسکے وقت میں اونٹ بیکار ہو گئے۔ اور پیشگوئی آیت کریمہ واذا العشار عطلت پوری ہوئی۔ اور پیشگوئی حدیث (ولیترکن القلاص فلا یسعیٰ علیھا) نے اپنی پوری چمک دکھلادی۔ یہاں تک کہ عرب اور عجم کے ایڈیٹران اخبار اور جرائد والے بھی اپنے پرچوں میں بول اٹھے کہ مدینہ اور مکہ کے درمیان جو ریل تیار ہو رہی ہے۔ یہی اس پیشگوئی کا ظہور ہے۔ جو قرآن اور حدیث میں ان لفظوں سے کیگئی تھی جو مسیح موعودؑ کے وقت کا نشان ہے" نقل کر کے لکھتے ہیں۔ کہ چونکہ مرزا صاحب نے اس ریل (یعنی مکہ اور مدینہ کے درمیان) کو اپنے غلط دعویٰ کی دلیل میں پیش کیا تھا۔ خدائی حکمت نے ریل کو بند کر کے دنیا کو دکھا دیا۔ کہ مرزا صاحب اس بیان کے رُو سے بھی غلطی پر ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانان دنیا کی ضروریات سفر کے مقابلہ میں مرزا صاحب کی تکذیب کرانا خدا کے نزدیک زیادہ اہم ہے۔

جواب :۔ مولوی صاحب کو یہ شیطانی القاء ہوا ہے۔ یہ کئی وجوہ سے غلط ہے۔

اوّل۔ اگر مدینہ اور مکہ کے درمیان ریل کا جاری نہ ہونا حضرت مسیح موعودؑ کے بطلان دعویٰ پر دلیل ہے تو چاہیئے تھا۔ کہ خدا تعالیٰ روئے زمین سے ریل کا وجود اٹھا دیتا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیشگوئی مذکورہ کا پورا ہونا عام طور پر ریل کا جاری ہونا قرار دیا ہے۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں :۔

(۱) "قرآن شریف اور احادیث اور پہلی کتابوں میں لکھا تھا۔ کہ اسکے زمانہ میں ایک نئی سواری پیدا ہوگی جو آگ سے چلیگی اور انہیں دنوں میں اونٹ بیکار ہو جائینگے۔ اور یہ آخری حصّہ کی حدیث صحیح مسلم میں بھی موجود ہی۔ سو وہ سواری ریل ہے جو پیدا ہو گئی ہے" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۲۲)

(۲) "خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں لکھا تھا۔ کہ آخری زمانہ میں [ملے؟] بکثرت نہریں جاری ہونگی۔ کتابیں بہت شائع ہونگی۔

 لہ (حاشیہ دیکھو نویں شہادت کے اخیر صفحہ ۳۹ پر)

جن میں اخبار بھی شامل ہیں۔ اور اونٹ بیکار ہو جائینگے۔ سو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ یہ سب باتیں ہمارے زمانہ میں پوری ہو گئیں۔ اور اونٹوں کی جگہ ریل کے ذریعہ سے تجارت شروع ہو گئی" (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۹)

(۳) "اب ظاہر ہے کہ چاروں علامتیں ظہور میں آچکی ہیں۔ چنانچہ مدت ہوئی۔ کہ ہزار ششم گذر گیا۔ اور اب قریباً پچاس سال اس پر زیادہ جا رہا ہے۔ اور اب دنیا ہزار ہفتم کو بسر کر رہی ہے۔ اور صدی کے سر پر سے بھی سترہ برس گذر گئے ہیں اور خسوف کسوف پر بھی کئی سال گذر چکے ہیں۔ اور اونٹوں کی جگہ ریل کی سواری بھی نکل آئی" (تحفہ گولڑویہ ایڈیشن دوم حاشیہ صفحہ ۱۵۱)

ان حوالجات سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پیشگوئی کا تحقق جو مسیح موعودؑ کے زمانہ کی علامت ہے۔ تسلیم کر رہے ہیں۔ اور مکہ اور مدینہ کے مابین ریل جاری ہونیکے متعلق لکھتے ہیں کہ آئندہ جاری ہوگی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ریل کا جاری نہ ہونا آپ کے بطلان دعویٰ کو مستلزم نہیں ہے۔

دوم - اعجاز احمدی صفحہ ۲ کی مذکورہ بالا عبارت بھی اس بات کو بالوضاحت ثابت کرتی ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی ہے جیسا کہ الفاظ "اونٹ بیکار ہو گئے" اور "اپنی پوری چمک دکھلا دی" سے ظاہر ہے۔ اور مدینہ اور مکہ کے درمیان ریل کا جاری ہونا ظہور پیشگوئی قرار دینا عرب اور عجم کے ایڈیٹروں کا مقولہ ہے۔ انکے اس مقولہ سے اتنا تو ثابت ہو گیا کہ واقعی قرآنی اور حدیث کی پیشگوئی سے مراد ریل کا جاری ہونا ہے۔ نہ کچھ اور۔ اور حضرت مسیح موعودؑ مکہ اور مدینہ کے درمیان ریل کے جاری ہونیکو ازدیاد ایمان کا موجب قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ آپ چشمہ معرفت میں فرماتے ہیں:۔

"یہ عجیب بات ہے۔ کہ صحیح مسلم میں جس جگہ مسیح موعودؑ کے زمانہ کا ذکر ہے۔ اسی جگہ یہ حدیث اونٹنیوں کے ترک کرنیکے بارہ میں ہے۔ اور یہ پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے تیرہ سو برس بعد پوری ہوئی۔ چنانچہ ان دنوں میں یہ کوشش بھی ہو رہی ہے۔ کہ ایک سال تک مکہ اور مدینہ میں ریل جاری کر دیجاوے۔ پس اسوقت جب ریل جاری ہو جاویگی۔ یہ نظارہ ہر ایک مومن کیلئے ایمان کو زیادہ کرنیوالا ہوگا" (چشمہ معرفت صفحہ ۳۰۶)

اس حوالہ سے ظاہر ہے۔ کہ پیشگوئی کا پورا ہونا تو آپ مانتے ہیں۔ اور مکہ اور مدینہ میں ریل کے اجراء کو جب وہ ہووے ازدیاد ایمان کا موجب قرار دیتے ہیں۔ یہ نہیں فرماتے کہ جب یہ ریل جاری ہوگی تو پیشگوئی پوری ہوگی۔ اور فقرہ "چنانچہ ان دنوں میں یہ کوشش بھی ہو رہی ہے" بتا رہا ہے کہ اس ریل کا جاری ہونا پیشگوئی کے تحقق کے لئے بطور تائید کے ہے۔

سوم - مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جائے نزول زمین ہند تھی۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے جواب دیا۔ کہ دیکھو میں بروز کے طور پر آتا ہوں۔ مگر میں ملک ہند میں آؤنگا۔ کیونکہ جوش مذاہب و اجتماع جمیع ادیان اور مقابلہ جمیع ملل و نحل اور امن و آزادی اس جگہ ہے۔ اور نیز آدم علیہ السلام اس جگہ نازل ہوا تھا۔ پس ختم دور زمانہ کے وقت بھی وہ جو آدم کے رنگ میں آتا ہے۔ اسی

ملک میں اسکو آنا چاہیئے۔ تا آخر اور اول کا ایک ہی جگہ اجتماع ہو کر دائرہ پورا ہو جائے۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۶۵)

پس اگر ہندوستان میں ریل جاری نہ ہوتی۔ تو البتہ یہ سوال ہو سکتا تھا۔ کہ اگر آپ فی الواقع مسیح موعودؑ تھے۔ تو کیوں آپکے لئے سہولیت سفر کے سامان پیدا نہ ہوئے۔ مگر ہندوستان میں مطابق حدیث تحشر الناس من المشرق الی المغرب۔ کہ وہ سواری لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف اکٹھا کریگی۔ کلکتہ سے پشاور تک ریل جاری ہوئی۔ اور آپنے اسپر سوار ہو کر اظہار الدین علی المخالفین کیا۔ مختلف شہروں میں جا کر لیکچر کیئے۔ اور ایک وہ بھی لیکچر دیا جو مولویصاحب اور آپکے روحانی باپ مولوی محمد حسین صاحب اور دیگر مذاہب والوں کے لیکچروں پر بالا رہا۔ تو اس بیّن نشان میں جسکا پورا ہونا متعدد مرتبہ حضرت مسیح موعودؑ اپنی کتب میں تحریر فرما چکے ہیں اور زمانہ دیکھ رہا ہے۔ پھر مکہ اور مدینہ کے درمیان ریل نہ جاری ہونے میں حکمت کو نہ جاننے کی وجہ سے تم نے خدا تعالیٰ کے پیارے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب کی تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔

كذّب وما التكذيب منك ببدعه ۔ رسم تقادم عهده المتقدم

حاشیہ متعلق صفحہ ۳۷ (۱۷۸)

لے اصل کتاب میں لفظ مدینہ ہے۔ مکہ نہیں۔ مولویصاحب شہادات مرزا صفحہ ہیں حضرت صاحب کی عبارت وذلك ایماء الی اٰیۃ یلطهر پر حاشیہ میں لکھتے ہیں هکذا فی الاصل بصیغة المذکر۔ مولویصاحب کا اس حاشیہ سے منشاء یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے مذکر کے صیغہ سے لکھا ہے۔ اور یہ غلط ہے۔ لیکن اگر مولوی صاحب سہو کاتب قرار دیتے تو پھر حاشیہ چڑھانیکی ضرورت بھی نہ تھی۔ اسی طرح ہم بھی مدینہ کی بجائے مکہ لکھنے سے کہہ سکتے ہیں کہ آپنے تحریف کی ہے۔ یا وہ کرنی چاہیئے جو پکی ہو اور پختہ ہو۔ اور ایسی باتوں کا جواب حضرت مسیح موعودؑ انجام آتھم صفحہ ۲۸۱ میں دے چکے ہیں۔ کہ میری کتابوں میں بعض جگہ سہو کاتب ہوئی ہے۔

دسویں شہادت

قولہ ۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔ "چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے۔ اور آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ اسلئے خدا نے یہ نہ چاہا کہ وحدت اقوامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں کمال تک پہنچ جائے۔ کیونکہ یہ صورت آپکے زمانہ کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی۔ یعنی شبہ گذرتا تھا کہ آپکا زمانہ وہیں تک ختم ہو گیا۔ کیونکہ جو آخری کام آپکا تھا۔ وہ اسی زمانہ میں انجام تک پہنچ گیا۔ اس لئے خدا نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم کی طرح بنجائیں۔ اور ایک ہی مذہب پر ہو جائیں۔ زمانہ محمدی کے آخری حصہ میں ڈالدی۔ اور اس تکمیل کے لئے اسی امت سے ایک نائب مقرر کیا۔ جو مسیح موعودؑ کے نام سے موسوم ہے اور اسی کا نام خاتم الخلفاء ہے۔ پس زمانہ محمدی کے سر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آخر میں مسیح موعودؑ ہے۔" الخ (چشمہ معرفت صفحہ ۸۲ و ۸۳)

اب سوال یہ ہے کیا مسیح موعود (مرزا صاحب) کے زمانہ میں یہ نتیجہ پیدا ہو گیا..... ہمیں افسوس ہے۔ کہ مرزا صاحب اپنے اس فرض کی ادائگی میں بہت قاصر رہے اور بغیر ادا کیئے فرض (اشاعت) کے جلدی چلدیئے۔

اقول:- اس اعتراض کے کئی جواب ہیں :-

پہلا جواب اول تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبارت میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے۔ جو اس بات پر دلالت کرے کہ تمام اقوام کا ایک مذہب پر جمع ہو جانا آپکی زندگی میں ہوگا بلکہ فقرہ "چونکہ یہ صورت آپکے زمانہ کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی۔ یعنی شبہ گذرتا تھا۔ کہ آپکا زمانہ وہیں تک ختم ہو گیا" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ بات آپکی زندگی میں حاصل ہو جاتی تو لازم آتا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا زمانہ آپکی زندگی تک ہی ہے اسکے بعد نہیں اور یہ بات حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات کے صریح خلاف ہے۔ جیسا کہ آئندہ ذکر ہوگا۔

دوسرا جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارت کا فقرہ "اسلئے خدا نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم کی طرح بنجائیں اور ایک ہی مذہب پر ہو جائیں۔ زمانہ محمدی کے آخری حصہ میں ڈالدی" اس بات کو ثابت کرتا ہے۔ کہ یہ بات آپکی زندگی میں ہی ظہور میں نہیں آئیگی۔ بلکہ زمانہ محمدی کا آخری حصہ زمانہ محمدی کے حصہ اول کی طرح صرف مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی تک ہی نہیں بلکہ تین صدیوں تک ہے۔ جیسا کہ آپؑ فرماتے ہیں:-

"مسیح موعودؑ کا زمانہ اس حد تک ہے جس حد تک اس کے دیکھنے والے یا دیکھنے والوں کے دیکھنے والے یا پھر دیکھنے والوں کے دیکھنے والے دنیا میں پائے جائینگے اور اس کی تعلیم پر قائم رہینگے غرض قرون ثلٰثہ کا ہونا برعایت منہاج نبوت ضروری ہے" (تریاق القلوب ایڈیشن دوم صفحہ ۳۷۸) پس مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ایسا ہو جائیگا۔

تیسرا جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قول "اور ضرور تھا کہ یہ سلسلہ دنیا کا منقطع نہ ہو۔ کہ جبتک وہ پیدا نہ ہولے کیونکہ وحدت اقوامی اسی نائب النبوت کے عہد سے وابستہ کیگئی ہے" بتا رہا ہے۔ کہ آپکی زندگی میں ہی ایسا نہیں ہوگا بلکہ تین صدیوں میں جو مسیح موعودؑ کا زمانہ ہے۔ اس میں اس کا ظہور ہوگا۔ اور آپکے ذریعہ تکمیل وحدت اقوامی بطور تخمریزی کے ہو گی یعنی آپؑ تمام آلات اور مصالح ایسے چھوڑ جائینگے جنکے ذریعہ یہ بات تکمیل کو پہنچیگی جیسا کہ آپؑ الوصیت میں فرماتے ہیں:-

"کتب اللّٰہ لاغلبن انا ورسلی اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے۔ کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ انکی سچائی ظاہر کر دیتا ہے۔ اور جس راستبازی کو دنیا میں وہ پھیلانا چاہتے ہیں۔ اسکی تخمریزی انہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اسکی پوری تکمیل انہی کے ہاتھ سے نہیں کرتا۔ بلکہ ایسے وقت میں انکو وفات دیکر جو بظاہر ایک ناکامی اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن و تشنیع کا موقع دیتا ہے۔ اور جب وہ ہنسی اور ٹھٹھا کر چکتے ہیں۔ تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جنکے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں" (الوصیت صفحہ ۵)

خط کشیدہ الفاظ سے جواب بالکل واضح ہو جاتا ہے کیونکہ جس غرض کے لئے آپ مبعوث ہوئے۔ اسکی تخمریزی کرنا آپکا کام تھا۔

وہ آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے کر گئے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:۔

"میں تو ایک تخم ریزی کرنے کیلئے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اور بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۵)

آپ نے غیر مذاہب کی تردید کی۔ اور اسلام کی تائید۔ اور مخالفین اسلام کی طرف سے جو اعتراض پڑتے تھے۔ انکے دندان شکن جوابات دیئے۔ اور اسلام کو ایک زندہ اور طاقتور مذہب بنا دیا۔ اور آپکے ہاتھ پر ہر ایک ملک کے رہنے والوں کو تازہ بتازہ نشانات دکھائے گئے۔ امریکہ میں ڈوئی کے مرنے سے اور یورپ میں جنگ عظیم کے ہونے سے اور روس میں زار کی حالت زار و نزار ہونے سے اسلام کی صداقت پر ایک نشان قائم ہو گیا اسی طرح ہندوؤں کو لیکھرام کے مارے جانے سے اور عیسائیوں کو عبداللہ آتھم کے مرنے سے اور زلازل اور طاعون کے پھیلنے کے نشانات دکھائے گئے۔

چوتھا جواب:۔ جاننا چاہیئے۔ کہ جو نبی کی جماعت ہوتی ہے۔ اسکا کام اسی نبی کا کام سمجھا جاتا ہے اور اسی طرف منسوب ہوتا ہے جیسا کہ احادیث سے ظاہر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

"وبینما انا نائم اتیت بمفاتیح خزائن الارض۔ فوضعت فی یدی" (ابن ماجہ مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۲۵۲) (ومسلم مع نووی جلد اول صفحہ ۱۸۹ مطبع مجتبائی) اور اسی طرح حدیث "اعطیت الکنزین الاحمر والابیض" (ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۳۴ مطبوعہ مجتبائی)

ترجمہ:۔ آپ فرماتے ہیں میں سویا ہوا تھا کہ میرے ہاتھ میں زمین کے خزائن کی چابیاں دیگئیں۔ اسی طرح فرمایا کہ مجھے سرخ و سفید دو خزانے (قیصر و کسریٰ) کے دیئے گئے۔ اب بتاؤ کہ یہ خزائن اور انکی چابیاں کس کے ہاتھ میں آئیں۔ وہ آپکے خلفاء کے ہاتھ آئیں۔ اور بعد میں آپکی اُمت نے ممالک کو فتح کیا۔ پس معلوم ہوا۔ کہ آپکے خلفاء اور اُمت کا ہاتھ آپکا ہاتھ ہے اور ان کا کام آپکا کام ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا کام حضرت مسیح موعودؑ کی طرف منسوب ہوگا یعنی آپکی جماعت کے ذریعے جو تکمیل وحدت اقوامی ہوگی وہ گویا آپ ہی کے ذریعہ سے ہوئی ہے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی جماعت کو مسیح موعودؑ کے حکم میں قرار دیا ہے۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:۔

"مسیح کے ایک یہ بھی معنی ہیں کہ بہت سیاحت کرنیوالا۔ تو گویا خدا نے مسیح کے لئے اور اسکے نام کے معنی متحقق کرنے کے لئے اور نیز اس کی جماعت کے لئے جو اسی کے حکم میں ہے ریل کو ایک سیاحت کا وسیلہ پیدا کیا ہے۔" (تریاق القلوب ایڈیشن اوّل صفحہ ۶۴)

پانچواں جواب:۔ اگر کوئی شخص اس بات کو تسلیم نہ کرے کہ نبی کے متبعین کا کام اسی نبی کا کام ہوتا ہے اور اسی کی طرف منسوب ہوتا ہے تو اُسے لازم ہے کہ وہ آنحضرتؐ کے پروگرام کو بھی پورا کر کے دکھائے۔ کہ وہ آپکے ذریعہ کیسے پورا ہوا سنئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔ (۱) "ھذا کتاب انزلناہ مبارک مصدق الذی بین یدیہ لتنذر

ام القریٰ ومن حولھا (الانعام ع ۱۱) کہ قرآن مجید کے نزول کی غرض یہ ہے کہ تو بستیوں کی ماں یعنی مکہ اور جو اسکے ارد گرد تمام دنیا کی بستیاں ہیں ڈرائے۔

(۲) کتاب انزلنٰہ الیک لتخرج الناس من الظلمٰت الی النور (ابراہیم ع ۱) کہ ہم نے تجھ پر کتاب کو اس لئے اتارا ہے کہ تا تُو لوگوں کو ظلمات سے نور کی طرف لیجائے۔ اور آیت قل یایّھا النّاس انّی رسول اللّٰہ الیکم جمیعا اور آیت وما ارسلناک الا کافّۃ للناس بشیرًا ونذیرًا سے ظاہر ہے کہ آپ تمام جہان کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض بعثت تمام دنیا کو ڈرانا اور تمام دنیا کو ظلمات سے نور کی طرف لیجانا قرار دی ہے۔ جو آپکی زندگی میں ہرگز تکمیل کو نہیں پہنچی۔ اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔ "لاخرجن الیہود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب فلا اترک فیھا الا مسلما" (ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۳۷ مطبوعہ مجتبائی دہلی) فرمایا کہ میں یہود اور نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکالدونگا۔ اور اس میں سوائے مسلم کے اور کسی کو نہ چھوڑونگا۔

اس حدیث پر لمعات برحاشیہ ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۳۷ میں "ولعلّہ لم یتفق لہ صلی اللہ علیہ وسلم اخراج النصاریٰ کما وقع اخراج الیہود ولذا لم یذکر النصاریٰ فی عنوان الباب"۔ لکھا ہے۔ کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نصاریٰ کے نکالنے کا موقع نہیں ملا۔ جیسا کہ یہود کے نکالنے کا۔ اسی لئے مصنف کتاب نے باب کے عنوان میں نصاریٰ کا ذکر نہیں کیا صرف یہود کے ذکر پر اقتصار کیا ہے۔

پس اگر چھٹے جواب کو صحیح تسلیم نہ کیا جاوے تو ماننا پڑیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس پروگرام کو جو خدا تعالیٰ نے آپکے لئے مقرر کیا تھا اور جو آپ نے اپنے لئے تجویز کیا تھا۔ اور جس غرض کے لئے آپکی بعثت ہوئی تھی پورا نہیں کر سکے۔

چھٹا جواب:۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود فیصلہ کر دیا ہے کہ ایسا میری زندگی میں نہیں ہوگا۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:۔

"اور میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ پورے طور پر ترقی اسلام کی میری زندگی میں ہوگی یا میرے بعد میں۔ میں خیال کرتا ہوں کہ پوری ترقی دین کی کسی نبی کی حین حیات میں نہیں ہوئی۔ بلکہ انبیاء کا یہ کام تھا کہ انہوں نے ترقی کا کسی قدر نمونہ دکھا دیا اور پھر بعد انکے ترقیاں ظہور میں آئیں جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے لئے اور ہر ایک اسود و احمر کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ مگر آپکی حیات میں احمر یعنی یورپ کی قوم کو تو اسلام سے بالکل حصہ نہ ملا۔ ایک بھی مسلمان نہ ہوا اور جو اسود تھے ان میں سے صرف جزیرہ عرب میں اسلام پھیلا۔ اور مکہ کی فتح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی سو میں خیال کرتا ہوں کہ میری نسبت بھی ایسا ہی ہوگا مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے بار بار وحی قرآنی ہو چکی ہے واما نرینّک بعض الذی نعدھم او نتوفینّک اس سے مجھے امید ہے۔ کہ

کوئی حصہ کامیابی کا میری زندگی میں ظہور میں آئیگا۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۹۳) عبارت صاف ہے کسی تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔

ساتواں جواب:۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے زمانے کی مدت بھی بتادی تو کیا اس مدت میں:۔ مدت اقوامی تکمیل کو پہنچ جائیگی اور تمام قومیں ایک قوم بنجائینگی اور ایک مذہب پر آجائینگی تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ہاں ہوجائینگی اور ضرور ہوجائینگی۔ جیساکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی کتاب تذکرۃ الشہادتین میں فرماتے ہیں:۔

"مسیحؑ کا آسمان سے اترنا محض جھوٹا خیال ہے۔ یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہ اتریگا۔ ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں۔ وہ تمام مرینگے اور کوئی ان میں سے عیسیٰ ابن مریم کو آسمان سے اترتے نہ دیکھیگا۔ اور پھر انکی اولاد جو باقی رہیگی۔ وہ بھی مریگی۔ اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتا نہیں دیکھیگا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مریگی۔ اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھیگی تب خدا انکے دلوں میں گھبراہٹ ڈالیگا۔ کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گذر گیا۔ اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی۔ مگر مریم کا بیٹا عیسیٰ اب تک آسمان سے نہ اترا۔ تب دانشمند یکدفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہوجائینگے۔ اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہ ہوگی کہ عیسیٰ کے انتظار کرنیوالے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہوکر اس جھوٹے عقیدے کو چھوڑ دینگے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا۔ اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخمریزی کرنے کیلئے آیا سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اور وہ بڑھیگا اور پھولیگا۔ اور کوئی نہیں جو اسکو روک سکے۔" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۵)

قولہ:۔ سنیئے فتنہ ارتداد کیا ہے۔ اور اس کی تہ میں کیا ہے۔ ہم سے پوچھو تو یہ بھی مرزا صاحب کے دعوی کی قدرتی تردید ہے۔

اقول:۔ فتنہ ارتداد حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کی قدرتی تردید نہیں بلکہ قدرتی تائید ہے۔ اور مولوی ثناءاللہ کے رفیق منشی مولا بخش صاحب کشتہ امرتسری سابق ایڈیٹر اتحاد الاسلام نے بموجودگی برادرم فیض اللہ صاحب سٹوڈنٹ میڈیکل سکول امرتسر اور مکرمی عبد المجید صاحب سب انسپکٹر پشاور اور شیخ افضال احمد صاحب کے سامنے یہ ظاہر کیا کہ واقعی یہ تردید نہیں بلکہ قدرتی تائید ہے۔

اب میں بتاتا ہوں کہ فتنۂ ارتداد سے کئی ایسی باتوں کا ظہور ہوگیا۔ جو حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کی مؤید ہیں۔ **اول** تو فتنۂ ارتداد سے یہ ظاہر ہوگیا۔ کہ مسلمانوں میں اب اسلام نام کا رہ گیا ہے اور اسلام کے مغز سے واقف نہیں حقیقت انکے پاس سے جاتی رہی ہے صرف قشر باقی رہ گیا ہے۔ **دوم**۔ یہ ظاہر ہوجائے کہ علماء اس کام کے قابل نہیں رہے کہ وہ دین کی حفاظت کرسکیں۔ اور اسکی تبلیغ کریں۔ اور ان کو دین سے کوئی واسطہ نہیں رہا۔ بس روپیہ کی حرص میں اسیر ہیں۔ اسی طرح عوام بھی دین سے بالکل بے بہرہ اور غافل ہیں۔ جیساکہ اخبار مدینہ ۹ مارچ ۱۹۲۲ء میں اس کا اظہار کیا گیا ہے:۔

"ہمیں چین بخبیں ہونیکا کیا حق ہے۔ ہم تو خود اپنی غفلتوں کے نتائج دیکھ رہے ہیں۔ آپ (شردھانند) کیا ساری دنیا کی طاقت بھی ملکر ایک فرد اسلام کو کافر اور ہندو نہیں بنا سکتی تھی۔ اگر ہمارے اعمال اور عقائد صحیح ہوتے۔ اگر ہم اپنے مذہب پر قائم ہوتے۔ تو جو خطرہ آج ہمیں درپیش ہے۔ وہ آپکو پیش آتا۔ اور آپ دیکھتے۔ کہ یدخلون فی دین اللہ افواجاً کا کیسا شاندار منظر نظر آرہا ہوتا مگر ہمارے نصیب میں یہی تھا کہ ہم اپنی نظروں سے اسلام سے پھرنیوالوں کو دیکھیں۔ نہ کہ اسلام میں داخل ہونیوالوں کو۔"

سوم۔ تاکہ ثابت ہو جائے۔ کہ یہ زمانہ مقتضی تھا کہ کوئی خدا تعالیٰ کی طرف مصلح آتا۔ کیونکہ مسلمانوں کی حالت ایسی ہو گئی تھی کہ وہ دشمنان اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اور ان میں انکے حملوں کے اندفاع کی طاقت نہیں پس فتنہء ارتداد سے ظاہر ہو گیا۔ کہ اصل اسلام حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کے پاس ہے اور وہی اصل محافظ اسلام کے ہیں۔ کیونکہ فتنۂ ارتداد کس جماعت میں شروع ہوا اسی جماعت میں جن کے محافظ علماء تھے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت کی۔ چہارم۔ تاکہ دنیا پر ظاہر ہو جائے کہ خود مولوی ثناء اللہ صاحب بھی اسلام کی خدمت کرنے کیلئے تیار نہیں۔ اور ان کے دل میں اسلام کا کوئی درد نہیں ہے۔ سو وہ بھی لوگوں پر ظاہر ہو گیا ایڈیٹر وکیل امرتسر نے فتنۂ ارتداد کی طرف بار بار توجہ دلائی۔ مگر مولوی ثناء اللہ صاحب نے توجہ نہ کی۔ بلکہ اپنی اخبار اہلحدیث میں لکھا کہ انہیں مرتد ہونے دو۔ خدا تعالیٰ ایک کی بجائے ایک ایک قوم لائیگا۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ مولویصاحب فتنۂ ارتداد میں جانیکے لئے تیار نہیں کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ فی الواقعہ انکا عقیدہ یہی ہے۔ بلکہ اس کے لکھنے کی وجہ کچھ اور ہے۔ وہ یہ کہ میدان فتنۂ ارتداد میں تکالیف برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ ہر قسم کے دکھ سہنے پڑتے ہیں۔ روپیہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ ہاں اگر یہی علاقہ ایسا ہوتا کہ مولوی صاحب کو کوئی پہلے سو روپیہ کے قریب فیس روانہ کر دیتا سیکنڈ یا فسٹ کلاس ریل کا کرایہ انکی نذر کر دیتا تو پھر وہ اس کے لئے ضرور تیار ہو جاتے۔ میرے خیال میں اگر ایڈیٹر صاحب وکیل انکے بھیجنے کے لئے یہ طریق اختیار کرتے تو اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہو جاتے۔ دوسرا بہانہ آپنے یہ کیا۔ کہ اس سے ہندو مسلم اتحاد میں نقص آئیگا جسے اخبار مشرق نے بحوالہ اخبار وکیل یوں لکھا ہے:۔

"ہمعصر وکیل امرتسر نے مولانا ثناء اللہ صاحب محدث کی حرکت پر اظہار تاسف کیا ہے۔ کہ آپ ہندو مسلم اتحاد کے لئے بیقرار ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ گاندھی جی کو کیا منہ دکھلاؤ گے۔ ہماری رائے میں مولانا کو خدا کے سامنے شرمساری کی کوئی وجہ نہ ہو گی۔ کیونکہ مولانا نے طبیعت اور مزاج ایسا ہی پایا ہے گھڑی میں کچھ۔ گھڑی میں کچھ۔ بہر حال یہ کام مولاناؤں کا نہیں ہے۔ خدا کا کام ہے۔ خدا نے اپنا کام ہمیشہ ایسے لوگوں سے لیا ہے۔ جو اکثر مولانا نہ تھے مگر مولانا گر تھے۔" (مشرق ۲۹۔ مارچ ۱۹۲۳ء)

پس فتنۂ ارتداد سے مولوی صاحب کی حقیقت بھی ظاہر ہو گئی۔

پنجم - تا کہ ظاہر ہو جائے کہ اس زمانہ میں وہ کونسی جماعت ہے - جو حق پر ہے - اور دشمنوں پر غالب ہے اور انکا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا - جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں - "لا تزال طائفۃ من امتی علی الحق ظاھرین لا یضرھم من خذلھم حتی یأتی امر اللہ ھذا حدیث صحیح" (ترمذی جلد دوم صفحہ ۴۶ مطبوعہ مجتبائی) کہ میری اُمت میں سے ایک طائفہ ضرور حق پر رہیگا - جو اپنے دشمنوں پر غالب آئینگے - ان کی مدد نہ کرنیوالے انپر کوئی ضرر نہیں پہنچا سکینگے یہاں تک کہ قیامت آجائے -

پس فتنۂ ارتداد نے ثابت کر دیا کہ وہ احمدی جماعت ہی - جو حق پر ہے اس کی لوگوں نے مدد نہ کی بلکہ بجائے مدد کے مخالفت کی - مگر اس نے تبلیغ اسلام کو اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑا اور لوگوں نے اقرار کیا - کہ واقعی اس جماعت کا کام ہی سب سے اعلیٰ ہے - اور یہی جماعت ایسی ہے جو جان و مال اور قال و حال سے اسلام کی حفاظت میں کوشاں ہے

اس جگہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس بارے میں چند اخبارات کی شہادتیں درج کی جائیں -

(۱) مشرق ۱۵ - مارچ ۱۹۲۳ء میں ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں :-

"جماعت احمدیہ نے خصوصیت کے ساتھ آریہ خیالات پر بہت بڑی ضرب لگائی ہے - اور جماعت احمدیہ جس ایثار اور درد سے تبلیغ و اشاعت اسلام کی کوشش کرتی ہے - وہ اس زمانہ میں دوسری جماعتوں میں نظر نہیں آتی"

(۲) ہمدم ۱۸ - مارچ (ایڈیٹر)

"جماعت احمدیہ کے جوش و ایثار کو دیکھتے ہوئے انکی طرف سے پچاس ہزار بلکہ اس سے زیادہ روپیہ اس غرض (انسداد ارتداد) کے لئے فراہم ہو سکنے کا قریب قریب یقین وا عتماد ہے - لیکن افسوس ہے - کہ دیگر مسلمانوں سے ۱½ لاکھ تو کجا ایک لاکھ روپیہ بھی حالات موجودہ میں چند ہفتہ کے اندر جمع ہو جانے کی قوی "تو کیا معمولی" امید بھی ان طریقوں سے نہیں باندھ سکتے"

(۳) مشرق ۲۹ - مارچ (ایڈیٹر)

"جماعت احمدیہ کے امام یا پیشوائے جماعت احمدیہ کی لگاتار تقریروں اور تحریروں کا اثر انکے تابعین پر بہت گہرا پڑا - اور اس جہاد میں اسوقت سب کے آگے یہی فرقہ نظر آتا ہے ... اور باوجود اس بات کے کہ احمدی فرقہ کے نزدیک اس گروہ نو مسلم کی تائید کی ضرورت نہ تھی - کیونکہ اس فرقہ سے اسکو کوئی تعلق نہ تھا - مگر اسلام کا نام لگا ہوا تھا - اس لئے اسکی شرم سے امام جماعت احمدیہ کو جوش پیدا ہو گیا ہے - اور آپکی بعض تقریریں دیکھ کر دل پر ہیبت طاری ہوتی ہے - کہ ابھی خدا کے نام پر جان دینے والے موجود ہیں ..... اور اگر ہماری

علماء کو اس (یعنی احمدیہ جماعت اپنے عقائد کی تعلیم دیگی) کا اندیشہ ہو۔ تو وہ اپنی متفقہ جماعت میں ایسی للہیت اور ایسا خلوص پیدا کر کے آگے بڑھیں۔ کہ ستو کھائیں اور چنے چبائیں۔ اور اسلام کو بچائیں جماعت احمدیہ کے ارکان میں ہم یہ خلوص بیشتر دیکھتے ہیں۔..... دیانت ایفائے عہد اپنے امام کی تبعیت میں یہ جماعت فرد ہے.... جناب مرزا صاحب اور انکی جماعت کی عالی حوصلگی۔ اور ایثار کی تعریف کے ساتھ مسلمانوں کو بھی ایسے ایثار کی غیرت دلاتے ہیں.... دیانت اور امانت جو مسلمانوں کی امتیازی صفتیں تھیں۔ آج وہ انہیں نایاب ہیں۔ جماعت احمدیہ کی فیاضی اور ایثار کے ساتھ انکی دیانت اور آمدو خرچ کے ابواب کی درستگی اور باقاعدگی سب سے زیادہ قابل ستائش ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ باوجود آمدنی کی کمی کے یہ لوگ بڑے بڑے کام کر رہے ہیں"

(۴) آگرہ ۲۸۔ مارچ ۱۹۲۳ء (ایڈیٹر)

"جہانتک ہمیں علم ہے۔ احمدی جماعت اس کی پوری اہلیت رکھتی ہے۔ کہ وہ اس موقع پر کامیابی کے ساتھ کام کر سکے کیونکہ یہ لوگ تبلیغ کا فی تجربہ رکھتے ہیں اور غیر مذاہب سے بھی واقف ہیں"

(۵) اخبار ذوالفقار یکم اپریل ۱۹۲۳ء (ایڈیٹر)

"اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ احمدی جماعت قادیانی بھی فتنہ ارتداد کی روک تھام کے لئے دردبھرے دل سے بڑی مستعدی اور عقیدتمندی کے ساتھ اپنی جماعت کے امام فرمانبرداری میں کمربستہ ہے"

(ب) "ہم یہ ضرور کہیں گے اور انصاف یہی کہتے ہیں کہ احمدی جماعت نے اس میدان میں نہایت دلیری سے کام لیا ہے باوجودیکہ غیر احمدیوں نے ان کے درمیان نہایت درجہ کی مشکلات اور آہنی و پتھریلی دیواریں حائل کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا مگر یہ اپنے کام میں نہایت خاموشی سے لگے اور دشوار گذار گھاٹیوں سے عبور کر گئے" (ذوالفقار ۱۶ر جنوری ۱۹۲۴ء)

(۶) تقریر نذیر احمد خانصاحب کیل بے پوری بمقام جامع مسجد دہلی مورخہ ۲ر اپریل ۱۹۲۳ء

"حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ان آریوں کے بطلان میں وہ مصالحہ جمع کر دیا ہے کہ اگر اسکو اب استعمال کیا جاوے۔ تو یہ لوگ بیخ وبن سے اکھڑ سکتے ہیں۔ لیکن تعجب اور افسوسناک امر تو یہ ہے۔ کہ ہماری مسلمان علماء انکی اور انکی جماعت کی خواہ مخواہ مخالفت کرتے ہیں..... حالانکہ وہ لوگ دشمنانِ اسلام کے مقابل پر ہمیشہ کمربستہ رہتے ہیں.... اور یہی وہ لوگ ہیں۔ جو اس میدان میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ میں نہ تو خود احمدی ہوں۔ نہ میرا کوئی رشتہ دار احمدی ہے۔ نہ اس ملک کا رہنے والا ہوں جہاں احمدیوں کی آبادی ہے۔ لیکن ان کے کام کے طریق انکی سرگرمی اور انکا اخلاص اور انکی تندہی اور جفاکشی سے کام کرنیکی حالت کا اندازہ کر کے مجبور ہوں۔ کہ میں تمام اہل اسلام سے کہوں۔ کہ وہ ان حضرات

کی مخالفت چھوڑ دیں ..... انہی لوگوں کے اخلاق ایسے ہیں۔ جو جاہل اور اکھڑ ملکانوں کو آریہ ہونے سے باز رکھ سکتے ہیں ..... اسکے برخلاف ہماری انجمنوں کے مبلغین ۵۵ کی تعداد میں وہاں گئے تھے جنمیں سے اکثر شب برات کے حلوے کھانے اور عرس کرنیکے لئے واپس آچکے ہیں۔ اور باقی جو ہیں وہ رمضان میں واپس گھر پہنچنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ ایسی صورت میں آپ لوگ خیال کریں کہ ان لوگوں سے کیا امید ہو سکتی ہے۔ اس لئے جو جماعت کام کرتی ہے۔ اسکے راستہ سے تمام رکاوٹیں دور کیجائیں"۔ (منقول از الفضل نمبر ۷۹ جلد ۱۰)

(۷) زمیندار ۱۸۔ اپریل ۱۹۲۳ء (ایڈیٹر)

"احمدی بھائیوں نے جس خلوص۔ جس ایثار۔ جس جوش۔ اور جس ہمدردی سے اس کام میں حصہ لیا ہے۔ وہ اس قابل ہے کہ ہر مسلمان اس پر فخر کرے"۔

(۸) آریہ پتر بریلی یکم اپریل ۱۹۲۳ء (ایڈیٹر)

"جتنی اسلامی انجمنیں اور جماعتیں کام کر رہی ہیں۔ ان میں سے احمدیہ جماعت قادیان کی سرگرمی اور کوشش فی الواقعہ قابل داد ہے"۔

(۹) ہمدم ۶/ اپریل (رقیمہ سید آغا خان حیدر وکیل از سہارنپور)

"راقم مرزائی نہیں بلکہ اثنا عشری ہے ..... قادیانی جماعت کی مساعی حسنہ اس معاملہ میں بیحد قابل تحسین ہیں اور دوسری اسلامی جماعتوں کو بھی انہی کے نقش قدم پر چلنا چاہیے"۔

(۱۰) ہند علیگڈھ ۳۔ مئی (ایڈیٹر)

"اب تک جتنی انجمنوں نے اس کار خیر میں قدم رکھا ہے۔ ان سب میں سے اعلیٰ کام قادیانی جماعت کا ہے"۔

(۱۱) سرمہ روزگار یکم مئی ۱۹۲۳ء

"ہمیں شک نہیں۔ کہ اس جماعت علماء میں جتنے وفد اور جس قدر واعظ اور ہمدردان اسلام کوشاں ہیں ہمیں سب سے بڑھا ہوا نمبر جماعت قادیان کا ہے۔ جسکے مواعظ اور حامیان اسلام کی جماعتیں ہر قسم کے مصائب اور مصارف برداشت کر کے مصروف کار ہیں۔ بیحد قابل شکر گذاری کے ہے"۔

(۱۲) الشمس ۱۸۔ مئی ۱۹۲۳ء

"یوں تو اس کار خیر میں سب جماعتوں نے نمایاں حصہ لیا ہے۔ مگر احمدی بھائیوں کی ہمت خاصکر قابل داد ہے"۔

(۱۳) اخبار زمیندار ۲۴۔ جون ۱۹۲۳ء میں جناب شیخ نیاز علی صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ وکیل ہائی کورٹ تحریر فرماتے ہیں:۔

"جو حالات فتنہ ارتداد کے متعلق بذریعہ اخبارات علم میں آچکے ہیں۔ ان سے صاف واضح ہے۔ کہ مسلمانانِ جماعت احمدیہ اسلام کی انمول خدمت کر رہے ہیں۔ جو ایثار کمربستگی نیک نیتی اور توکل علی اللہ انکی جانب سے ظہور میں آیا ہے۔ وہ اگر

ہندوستان کے موجودہ زمانہ میں بے مثال نہیں۔ تو بے اندازہ عزت اور قدردانی کے قابل ضرور ہے جہاں ہمارے مشہور پیر اور سجادہ نشین حضرات بے حس و حرکت پڑے ہیں۔ اس اولوالعزم جماعت نے عظیم الشان خدمت اسلام کر کے دکھا دی ہے"

(۱۴۱) زمیندار ۲۹ جون میں " حلقہ ارتداد کے چشم دید حالات " کے عنوان سے شیخ غلام حسن صاحب ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول جہلم کا ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ جس میں آپ نے لکھا ہے:۔

" قادیانی احمدی اعلیٰ ایثار کا اظہار کر رہے ہیں۔ ان کے قریباً ایک سو مبلغ امیر وفد کی سرکردگی میں مختلف دیہات میں موجود ہیں۔ ان لوگوں نے نمایاں کام کیا ہے۔ جملہ مبلغین بغیر تنخواہ یا سفر خرچ کے کام کر رہے ہیں۔ ..... ہم گو احمدی نہیں لیکن احمدیوں کے اعلیٰ کام کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ جس اعلیٰ ایثار کا ثبوت جماعت احمدیہ نے دیا ہے۔ اس کا اعلیٰ نمونہ سوائے متقدمین کے مشکل سے ملتا ہے۔ ان کا ہر ایک مبلغ غریب ہو یا امیر بغیر مصارف سفر و طعام حاصل کئے میدان عمل میں گامزن ہیں۔ شدت کی گرمی اور لوؤں میں وہ اپنے امیر کی اطاعت میں کام کر رہے ہیں "

یہ چند شہادتیں ہیں۔ جو ہم نے یہاں پر درج کی ہیں۔ اور بھی ایسے ہی اخباروں نے لکھا ہے۔ جنہیں بوجہ طوالت ہم یہاں چھوڑتے ہیں۔ ان شہادتوں پر غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ اس زمانہ میں کونسی جماعت ہے جو اخلاص و ایثار الٰہی جوش سے خدمت اسلام پر کمربستہ ہے۔ اور کونسی جماعت ہے جو اپنے اموال کو خدا تعالیٰ کے رستے میں اس کے دین کی اشاعت کیلئے صرف کر رہی ہے۔ اور کونسی جماعت ہے جو امانت و دیانت سے کام کر رہی ہے۔ اور کونسی جماعت ہے جو اسوقت دشمنوں کا مقابلہ کر رہی ہے۔ مخالفین احمدیت کی شہادتوں سے صاف ظاہر ہے۔ کہ وہ احمدیہ جماعت ہے نہ کوئی اور۔ والفضل ما شہدت بہ الاعداء ؁

اے ہمارے قادر خدا ہماری عاجزانہ دعائیں سن لے۔ اور اس قوم کے کان اور دل کھول دے۔ اور ہمیں وہ وقت دکھا کہ باطل معبودوں کی پرستش دنیا سے اٹھ جائے اور زمین پر تیری پرستش اخلاص سے کی جائے اور زمین تیرے راستباز اور موحد بندوں سے ایسی بھر جائے۔ جیسا کہ سمندر پانی سے بھرا ہوا ہے۔ اور تیرے رسول کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور سچائی دلوں میں بیٹھ جائے اور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب کو چھوڑ کر راہ راست پر آ جائیں۔ اے خدا ایسا ہی کر جو ہر ایک طاقت اور قوت تجھ کو ہے اے قادر خدا ایسا ہی کر آمین ثم آمین ؁

جلال الدین شمس مولوی فاضل (سیکھوانی)

از قائم گنج ۲۹ جنوری ۱۹۲۴ء

مقصد مذہب

لاہور میں ایک مذہبی کانفرنس کا جلسہ ہوا ہے جس میں مختلف مذاہب کے نمائیندے مدعو تھے کہ وہ سٹیج پر آکر اپنی اپنی الہامی کتاب کے رُو سے اس سوال کا جواب دیں۔ کہ مذہب کا مقصد کیا ہے۔ چنانچہ آریہ۔ برہمو۔ عیسائی ہندو۔ اسلام کُل مذاہب کے نمائیندوں نے اپنے اپنے مضمون پڑھے از انجملہ اس موضوع پر امیر جماعت احمدیہ لاہور چوہدری ظفر اللہ خانصاحب بیرسٹرایٹ لاہور نے بھی ایک مضمون سُنایا جس میں اس سوال کا جواب صرف آیات قرآنی سے دیا گیا۔ اور بتایا کہ مذہب کا مقصد وحشی کو متمدّن انسان اور متمدّن کو۔ اخلاق فاضلہ سے متّصف انسان اور اخلاق فاضلہ سے متصف انسان کو باخدا انسان اور باخدا کو دائمی زندگی پانیوالا انسان بناتا ہے۔ اور یہ مقصد صرف اسلام ہی میں حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ مضمون علیحدہ کتابی صورت میں چھپ گیا ہے۔ ۳ محصولڈاک بھیجکر تشحیذ قادیان سے منگوائیں۔ ایک روپیہ میں چھ جلدیں ؛

مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی مکمّل ۳؍ مباحثہ سرگودہ ۶؍ مباحثہ بمبئی ۱۲؍ التشریح الصحیح نزول المسیح ۶؍

اشتہار

کتاب نہج المصلی } ضخامت ۴۴۰ صفحے قیمت مع محصولڈاک ۱۲؍ نہج المصلی۔ اس کتاب کا یہ الہامی **مجموعہ فتاویٰ احمدیہ جلد اوّل** } نام ہے۔ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّل و ثانی علیہم السلام کے فتوے بترتیب ابواب فقہ درج ہیں۔ فتویٰ کا حوالہ و ماخذ درج ہے۔ تھوڑے نسخے شائع ہوئے ہیں۔

کتاب اسرار شریعت } ضخامت ۲۹۷ صفحے۔ قیمت مع محصولڈاک ۸؍ ۔ اس کتاب میں ساری **ہر سہ جلد** } فقہ کے اسرار ترتیب وار بیان کر کے ہر مسئلہ متعلقہ کے بارہ میں آریہ عیسائیوں۔ دہریوں وغیرہ کے اعتراضات کے جوابات مہذبانہ لکھے ہیں۔

اُردو ترجمہ فتوحات مکیّہ } ہر سہ باب کامل ضخامت ۳۵۸ صفحے قیمت مع محصولڈاک ۱۲؍ اس کتاب کے مؤلف حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنہوں نے ساتویں صدی ہجری میں اسلامی فلسفہ و علم تصوّف کو زندہ کیا تھا۔ ان کتب مذکورہ بالا کے ملنے کیلئے پتہ ذیل پر درخواست کریں۔ مولوی محمد فضل خان ڈاکخانہ چنگا بنگیال تحصیل گوجرخان ضلع راولپنڈی۔ پنجاب

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب سے شائع ہوتا ہے

ریویو کی توسیع اشاعت کی تحریک

(اُردو) ریویو آف ریلیجنز قادیان کی نسبت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"میں پورے زور کے ساتھ اپنی جماعت کے مخلص جوانمردوں
اس وقت توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ اس رسالہ کی اعانت و مالی امداد میں جہاں تک
ان سے ممکن ہے۔ اپنی ہمّت دکھلادیں"

اور پھر فرماتے ہیں:۔

"اگر اس رسالہ کی اعانت کے لئے اس جماعت سے دس ہزار خریدار اُردو یا انگریزی
کا پیدا ہو جائے۔ تو یہ رسالہ خاطر خواہ چل نکلے گا۔ اور میری دانست میں اگر بیعت کرنے
والے اپنی بیعت کی حقیقت پر قائم رہ کر اس بارہ میں کوشش کریں۔ تو اس قدر
کچھ بہت نہیں۔ بلکہ جماعت موجودہ کی تعداد کے لحاظ سے یہ تعداد بہت کم ہے"

میرے سیدو مولیٰ ؑ نے جماعت سے دس ہزار خریدار کا مطالبہ اس وقت کیا جبکہ جماعت کی تعداد لاکھ سے زیادہ نہ تھی۔ تو کیا اب چھ سات لاکھ جماعت کی موجودگی میں یہ درخواست کہ کم از کم ایک ہزار خریدار ریویو کو دیا جائے ہاں اس رسالے کے لئے جس میں نہایت تحقیقی و علمی مضامین اسلام و احمدیت کی تائید اور غیر مذاہب کی تردید میں شائع ہوتے ہیں۔ جس میں اسلام کے اندرونی فرقوں پر ان کی غلطیاں واضح کی جاتی ہیں اور اسلام کے دشمنوں پر حجت ملزمہ قائم کر کے صراط مستقیم دکھایا جاتا ہے۔

صحابہ کرامؓ کا نمونہ دکھانے والی قوم کے سامنے کچھ ایسی درخواست ہے جو پوری نہ ہو۔ ہرگز نہیں مجھے یقین رکھنا چاہیئے۔ کہ ایک ہزار خریدار رسالہ ریویو کو ضرور دیا جائیگا کیونکہ موجودہ صورت میں خریداروں کی اتنی کمی ہے کہ خرچ آمد سے زیادہ ہے۔ حالانکہ ریویو آف ریلیجنز کی خاطر حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنا رسالہ تشحیذ الاذہان بند کرا دیا۔ تاکہ جماعت کی توجہ بجائے دو رسالوں کے ایک رسالہ کی طرف پوری پوری ہو سکے۔ پس دوست خود خریدار بنیں۔ اور اگر پہلے سے خریدار ہیں۔ تو دوسروں کو خریدار بنائیں۔

قیمت سالانہ صرف تین روپے (سعے) اور طلباء کیلئے اڑھائی روپے (عہ)

ناظر دعوۃ و تبلیغ۔ قادیان